نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ر جنوری ۱۹۹۵ء مطابق ۲۳ر شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ

جلد نمبر ۳۲

شمارہ نمبر ۶

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد [illegible] ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی
[illegible]

زرِ تعاون

سالانہ	۱۰۰ روپے
فی شمارہ	۵ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک	
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک	۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک	
بحری ڈاک جملہ	۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے — مینجر

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93 ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی 226007

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں —

پرنٹر پبلشر شاہ حسین نے آزاد پریس میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے شائع کیا

علم حدیث کے وجود و بقا اور اس کی طرف توجہ میں

حکمتِ الٰہی اور تدبیرِ خداوندی کی کارفرمائی

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

ترجمہ: بلال عبد الحی ندوی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد قائد الغر المحجلین وعلیٰ اصحابہ حفظۃ الکتاب والسنۃ وحملۃ لواء الدین ومن تبعہم باحسان من العلماء الراسخین الذین ینفون عن الاسلام تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین؛

اما بعد!

علم حدیث ان علوم میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ابتدائی عہد ہی سے امت کے دلوں میں یہ بات بہت وضاحت اور قوت کے ساتھ ڈال دی تھی کہ وہ اس کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرے، اس کے حفظ وتدوین کا اہتمام کیا جائے، اس کے حصول اور جمع کا کام ہو اس کے ضبط واتقان اور اس کے متعلقہ علوم وفنون کے اہتمام میں جذبہ مسابقت ہو، اس سے حکمت الٰہی کی کارفرمائی اور اس کے اس دین کی حفاظت وتکمیل کے ارادہ کا اظہار ہوتا ہے، یہ جذبۂ خدمتِ حدیث اس قوت وزور کے ساتھ پیدا ہوا کہ امت کے لئے اس کے سبب کا جاننا بھی دشوار ہو گیا اور اس جذبہ کو دبانا یا اس کا دور کرنا ناممکن ہو گیا، معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سائق اس مقصد کی طرف کھینچ کرلے جا رہا ہے جو ظاہر میں بڑی طاقت رکھتا ہے کہ اس سے مقاومت نہیں کی جا سکتی اور حقیقت میں اتنا نرم وگداز ہے کہ ذرا بھی ثقل اور مشقت کا احساس نہیں ہوتا، اس کے ساتھ چلے جانے اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے میں ایک ایسی لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور دل کو ایسی راحت نصیب ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر نہ کوئی لذت ہے نہ راحت، اس کی راہ میں ساری مشقتیں اور کلفتیں ہیچ ہیں۔ اور ساری مسافتیں اور دوریاں قرب کا سامان ہیں، یہ امت اس کے ممکنہ مقامات پر اس کے حصول کے لئے، حفظ وروایت اور نشر واشاعت کے لئے ٹوٹی پڑتی ہے۔ گویا کہ اذکیاء عالم اور عباقرۂ زمانہ کا ایک سیل رواں ہے کہ کسی بھی امت اور تہذیب اور علم وثقافت میں اس کی مثال نہیں۔

ختم نبوت کا تقاضا، خلا کا پر ہونا اور ردعمل سے حفاظت

یہ سب کی سب چیزیں اسرار الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کی رسالت پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کے روشن دلائل ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو مکمل فرما دیا اس شریعت پر اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا ثبوت ہیں، جس کے بارے میں اس نے خلود وبقا کا فیصلہ فرما دیا، اس کو تمام زمانوں اور آنے والی نسلوں کے لئے عام کر دیا۔ تو یہ الہام جو کہ اولاً جذبہ حفظ حدیث نبوی کا سبب بنا، ثانیاً اس سے استنباط احکام اور فروعی مسائل کے اخذ کا کام ہوا۔ ثالثاً ان علوم کی تدوین ہوئی جو قرآن مجید سے ماخوذ ومستنبط ہیں مثلاً صرف ونحو وبلاغت وغیرہ رابعاً۔ معاجم ولغات اور دوسری تصنیفات کی تدوین ہوئی اور کتاب وسنت کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے گئے پھر یہی تزکیۂ نفوس، تہذیب اخلاق، حقیقت ایمان، اور درجۂ احسان کے حصول اور قلوب ونفوس کے علاج کے لئے طب نبوی کی تجدید، پھر اس علم کے اصول وقواعد کے انضباط اور اس کی بنیادوں کے قیام وتحکیم کا سبب ہوا۔ اور اس کے علاوہ بھی نامعلوم ... کتنے علوم اور مفید چیزیں اسی الہام کی وجہ سے وجود میں آئیں جو اللہ نے اس امت کے ان افراد پر کیا تھا جن کے دل پاک وصاف تھے، علم ودین میں ان کو رسوخ تام حاصل تھا اور ایمان ویقین کا حظ وافر ان کو ملا تھا۔ تو یہ الہام الٰہی ختم نبوت اور دین کی تکمیل کے دلائل میں سب سے زیادہ روشن دلیل ہے، اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ اس دین وشریعت کے ساتھ اللہ کی نصرت وعنایت ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوتی اور اس پر کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جس میں اس کی طرف سے تائید غیبی نہ ہوتی ہو (مجھ پر تراشی تصویر گری اور قصہ کہانیوں کے بجائے ایک بہترین تحفہ) یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء اور اپنے اپنے زمانہ کے مجددین میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا ذات گرامی ہے۔ جن کے بارے میں ہم کو چھوٹی بڑی ہر چیز معلوم ہو جاتی ہے۔ اخلاق وعادات، خیالات ورجحانات اور قول وعمل کی ان باریکیوں کا ہم کو علم ہو جاتا ہے جو زمانہ قریب کی شخصیات کے بارے میں بھی نہیں ہوتا،

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

اس شمارے میں

١	حکمت الٰہی اور ستر خدائی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	٢
٢	پولیس چھاپہ کے بعد	ح۔ ح۔ ن	٥
٣	کلام رسولؐ	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	٦
٤	بہار کے موسم میں	شمس الحق ندوی	١٠
٥	رمضان المبارک	(ادارہ)	١٢
٦	معاشی جد وجہد	مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ	١٤
٧	عورت کی آزادی۔	جعفر مسعود حسنی ندوی	١٥
٨	لہو الحدیث	صغیر احمد صاحب	١٧
٩	سکون قلب	عابدہ پروین حمنہ	١٩
١٠	تاریخ دعوت وعزیمت	پروفیسر وصی احمد صدیقی	٢٠
١١	نماز تراویح	مولانا اشرف علی تھانویؒ	٢٤
١٢	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	٢٥
١٣	مطالعہ کی میز	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	٢٦
١٤	مدرسہ اسلامیہ تہیت مئو	(رپورٹ)	٢٧

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
٢۔ فی کاپی ١٠/ روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/-
٢۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
٣۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan-)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

پولیس چھاپہ کے بعد

پولیس کے حملہ یا چھاپہ کے بعد متعدد قسم کے ردّ عمل سامنے آئے۔ ملک کے تمام مسلمانوں نے عموماً اور شہر لکھنؤ کے مسلمانوں نے خصوصیت کے ساتھ اپنی دینی حمیت اور غیرت ملّی کا ثبوت دیا۔ ندوہ کے ذمہ داروں کے کسی ادنیٰ اشارہ کے بغیر انھوں نے ملک کے رواج کے مطابق حکومت کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ جامعہ ملیہ اور بڑی مرکزی درسگاہوں سے لیکر قصبات میں قائم شدہ چھوٹے چھوٹے مدارس نے بھی اس کو اپنا معاملہ سمجھا، بزرگان دین جو اس دور میں مسلّمہ طور پر یادگار سلف اہل اللہ میں شمار ہوتے ہیں، ان سب نے اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ندوہ کے ذمہ داروں کو اظہار شفقت وہمدردی کے خطوط لکھے۔ ملک کے چوٹی کے دانشوروں، دیدہ ور سیاستدانوں، اور پختہ کار صحافیوں نے ندوہ کی حکمت عملی کی تعریف کی، اور مرکزی سراغ رسانی کے رویّہ کو نامناسب قرار دیا۔ ندوہ نے بیرون ممالک کوئی خبر نہیں بھیجی، اور نہ اندرون ملک کسی طرح کی تحریک کی، صرف ندوہ کے سرپرست اور ناظم حضرت مولانا کے تعلق سے عالم اسلام میں اس کی گونج سنائی دی گئی۔

اگر اس مقصد کے لیے کوئی کنونشن بلایا جاتا، جلسہ جلوس کا طریق کار اپنایا جاتا، نعروں اور بلند بانگ دعووں سے بھرپور تقریریں کی جاتیں، تجویزیں پاس کی جاتیں، اور سفارشات مرتب کی جاتیں، اس وقت بھی اس سے زیادہ نہ ہوتا، جو بغیر کسی سیاسی داؤ پیچ کے محض اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ تحفظ مدارس کے لیے خاموش مگر طاقتور انداز میں کام کرنے کے راستے نکل آئے۔ اور اب اسی حادثہ اور اس کے نتائج کے طفیل محکمۂ سراغرسانی کے لیے آسان نہیں رہا، کہ بغیر یقینی ثبوت کے فراہم کے ہوئے محض غلط رپورٹ پر اس طرح کا اقدام کرے، جس طرح ندوہ کے سلسلہ میں کیا۔

دوسرا ردّ عمل بھاجپا اور دوسری مسلم دشمن تنظیموں کی طرف سے ظاہر ہوا، وہ اپنی دوکان سیاست سجانے کے لیے بے تاب تھے، ان کے سازشی تصور میں ندوہ کے اندر اسلحہ تھا، طلباء نے گولیاں بھی چلائیں، جس کے جواب میں پولیس کو اپنی مدافعت کرنا پڑی، ملک کی سالمیت کے دشمن، قومی دھارے کے مخالف سرگرم عناصر کو پکڑ لیا گیا، مگر یہ سیاست بھی کامیاب نہیں ہوئی، سیاست کہیئے یا چالبازی یہ تھی کہ بابری مسجد کی طرح اس کو بھی ایک ہندو مسلم مسئلہ بنا دیا جائے، تاکہ ہندو ووٹ بینک مکمل طور پر بی۔ جے۔ پی اور اس کی ہمنوا پارٹیوں کے قبضہ میں آجائے بہرحال انھوں نے جو کیا اس کی توقع بھی تھی بلکہ انھوں نے ہماری توقع واندیشہ سے کم کیا، اگرچہ ابھی تک ان کا غصہ فرو نہیں ہوا ہے، مسلسل ایسے مراسلات اخباروں میں شائع ہو رہے ہیں جس سے ان کے بگڑے ہوئے تیور اور بپھری ہوئی آنکھوں کا عکس نظر آرہا ہے۔

یہ بھی ایک منجانب اللہ انتظام تھا کہ ہم ہر طرف سے حاصل ہونے والی تحسین وتائید سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، اور اپنے اصلی سرمایۂ حیات سے غافل نہ رہیں، جو نہ صرف ہمارا بلکہ تمام اہل مدارس اسلامیہ کا سرمایہ ہے اور جس سے ہمیں زندگی کا خون ملتا ہے وہ ہے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت اور استغفار ودعا کی کثرت۔

للہ ما أخذ ولہ ما أعطی ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

کلام رسولؐ

ادبی بلاغت کا شاہکار

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلاغت نظام اپنے اندر ایک ایسا اثر انگیز ادبی مواد رکھتا ہے جس میں طاقت ور انسانی جذبہ اور رقیق انسانی تاثر کی تصویر کشی اور ادبی رعنائی و برنائی پائی جاتی ہے اور جذبہ و تاثر کے یہ نقوش خاص طور پر آپؐ کی ان احادیث اور کلام میں زیادہ نمایاں ہیں جو فطری انسانی جذبات اور نفسیاتی حالات وکیفیات پر مشتمل ہے۔

یہ ادیبانہ طرز اور مؤثر و دلکش اسلوب ادبی دائرے میں بحث و نظر کے مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فنی خصائص کے ذریعہ ان شریفانہ اغراض و مقاصد کی بھی خدمت کرتے ہیں جن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی دنیا میں بعثت ہوئی یعنی دعوت و تربیت اور ان سے متعلق امور میں بھی ان سے بڑی مدد ملتی ہے اسی لیے ادب نبوی کا یہ پہلو اس کا مستحق ہے کہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلچسپی رکھنے والے ادبا و محققین خاص طور سے اس کی طرف توجہ کریں اور اس میں دلچسپی لیں کیونکہ یہ زندگی کے ایک اہم پہلو کی نمائندگی کرتا اور اسے دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اس پہلو کے بعض حصے اپنے پرائیویٹ اور نجی واقعات سے متعلق آپؐ کے اظہار خیال کے موقع پر اور آپؐ کے ساتھ پیش آنے والے مخصوص نفسیاتی فطرت کے حامل معاملات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ مؤثر اور والہانہ انداز میں آپؐ کی دعاؤں میں نمایاں ہیں۔ جہاں تک اجتماعی و معاشرتی مواقع کی بات ہے۔ جو بعض بعض وقت جذباتی کیفیت کے حامل ہوتے ہیں تو آپؐ کی حیات طیبہ میں لوگوں کے ساتھ آپ کے اظہار رائے و اظہار تأثر کے مواقع پر اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ملتی ہے، جو آپؐ نے وفد عبدالقیس کی آمد کے موقع پر فرمایا تھا۔ عبدالقیس ربیعہ کا ایک قبیلہ ہے اور ربیعہ قبیلہ کے اور آپؐ کے قبیلہ کے درمیان کشمکش اور چشمک مشہور و معروف رہی ہے اس چشمک کی موجودگی میں اس بات کا پورا احتمال تھا۔ کہ ارکانِ وفد کے دلوں میں اگر ان کے ساتھ توجہ میں کمی، استقبال میں رواداری سے کام لیا گیا تو آزردگی پیدا ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت و نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا تدارک فرمایا، اور وفد کا استقبال ایسے جملہ سے کیا جو اس صورتِ حال سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکے، آپؐ نے فرمایا: "مرحباً بالقوم غیر خزایا ولا ندامی" آیئے آپ لوگ آپ کو خوش آمدید ہے۔ آپ کو یہاں آکر نہ ناقدری کا احساس ہوگا نہ کمتری کا اور نہ آپ کو یہاں آکر کوئی افسوس ہوگا۔ اس طرح آپؐ نے ارکان وفد کے قلوب میں یہ اطمینان و اعتماد پیدا کیا کہ وہ معزز اور محترم ہیں ان کی آمد دوسروں کے لیے باعث مسرت ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا کہ غیر ہونے کے باعث کوئی توجہ و ہمدردی نہیں ملتی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو پردیسی اور دیار غیر میں تازہ وارد نہ سمجھیں، اور مغایرت و بے توجہی کا احساس نہ کریں جس کا اہل عرب کے ایک کیمپ والے دوسرے کیمپ میں جا کر احساس کرتے تھے، ان کے لیے ایسا بھی نہیں کہ بعد میں وہ نادم ہوں کہ وہ ایسے شخص کے پاس گئے جس نے ان کا اکرام و احترام نہیں کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت و طاقت کی ایسی پوزیشن میں تھے کہ آپؐ ان کے لیے صرف معمولی اہتمام ظاہر کرنے پر اکتفا فرما سکتے تھے اور کسی ایسے شخص یا وفد کی طرف سے جو آپ سے لینے اور فائدہ اٹھانے کے لیے آرہا ہو۔ غیر معمولی حساسیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے کیونکہ وہ لوگ طالب تھے اور آپؐ مطلوب وہ طلب و سوال کی پوزیشن میں تھے اور آپ اعطاء و بخشش کے مقام پر فائز تھے۔

ایک دوسری مثال بزرگ ایرانی صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "سلمان منا أهل البيت۔" (سلمان ہم میں سے ہیں جیسے گھر کے افراد ہوتے ہیں۔) یہ جملہ اپنے اندر جہاں مکارم اخلاق کا ایک خوبصورت اور حسین مفہوم رکھتا ہے۔ وہیں دوسری جانب ایسی لفظی تعبیر پر مشتمل ہے جس سے اطمینان و اعتماد کا اشارہ ملتا ہے وہ لفظی تعبیر خاص طور پر "منا أهل البيت" کا کلمہ ہے اور پورا جملہ ادب نبوی کا شاہکار ہے۔ نیز اس جذباتی کیفیت سے بھی متعلق ہے۔ جو ان جیسے حالات میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے کیوں کہ حضرت سلمانؓ عرب نہ تھے۔ بلکہ ایرانی تھے اور ایرانیوں اور عربوں کے درمیان نسلی تعصب بڑھا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نازک نفسیاتی جذبہ و کیفیت کی ایک مثال ہم اس وقت پاتے ہیں جب آپؐ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے صدمہ سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ ایسا تعلق تھا، جس میں خاندانی وحدت و قرب سنی کا تعلق اور چچا بھتیجے کی محبت نے جذباتی ارتباط و ہم آہنگی پیدا کر دی تھی ایک طرف تو وہ آپ کے دودھ شریک اور ہمعمر تھے تو دوسری طرف آپ کے شفیق چچا تھے آپ کے ساتھ ان کی محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے جب یہ سنا کہ ابو جہل نے برسرِ عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کی ہے آپ کو ایذا پہونچائی ہے۔ اور سخت و سست کہا ہے تو انھیں سخت طیش آیا اور ان کا جوش غضب اپنی انتہا کو پہونچ گیا۔ اور انھوں نے عزیز ترین بھتیجے کا انتقام لینے کے لیے ابو جہل کے ساتھ نہایت درشت معاملہ کیا اور ایسی چوٹ لگائی کہ اسے زخمی کر دیا اور بھتیجے سے اپنا تعلق ثابت کرنے کے لیے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کر دیا۔ پھر اسکو نبھایا اور تا حیات اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے سینہ سپر رہے اور اپنی جوانمردی و شجاعت سے آپؐ کی مدد کرتے رہے۔ حضرت حمزہؓ قریش کے ممتاز اور بہادر ترین نوجوانوں میں سے ایک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے تعلق کی وجہ سے ان سے محبت فرماتے تھے، اور ان کو اپنا قوت بازو سہارا، حامی و مددگار اور رفیق و انیس پاتے تھے،

یہی عظیم و محبوب چچا غزوۂ احد میں اسلام کے لیے کارہائے نمایاں انجام دینے کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ دشمن ان کے جسم کی کاٹ پیٹ کر دیتا ہے۔ ان کی نعش کے ساتھ اہانت کا معاملہ کرتا ہے اور ان کی شکل و صورت بگاڑ دیتا ہے اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حادثہ کا کتنا بڑا اثر ہوا ہوگا۔ اور آپؐ کے قلب اطہر کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی؟ جب کہ رقت و نرمی اور شفقت و محبت آپؐ کے خمیر میں شامل تھی۔ اور یہ موقع آپؐ کی تکلیف اور احساس رنج کے اعتبار سے سخت ترین موقعوں میں سے تھا۔

ابن ھشام کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس دردناک واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی تلاش میں نکلے، چنانچہ آپؐ نے انہیں بر ساقی نالہ (وادی) کے اندر اس حال میں پایا کہ انکا پیٹ چاک کر کے جگر نکال لیا گیا تھا اور ان کی لاش کا مثلہ کر دیا گیا تھا۔ بایں طور کہ ان کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیئے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہونچے تو آپؐ نے فرمایا: میرے لیے اس حادثہ سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں۔ میرے دل کو تکلیف و غصہ اتنا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے (اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا خیال نہ ہوتا کہ اس بات سے انھیں رنج ہوگا۔ اور میرے بعد یہ چیز سنت بن جائے گی۔ تو میں انھیں (حمزہؓ کو) یوں ہی بے گور و کفن چھوڑ دیتا، یہاں تک کہ انھیں درندے اور پرند کھا لیتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بھی لڑائی میں قریش پر غلبہ عطا فرمایا تو میں انکے تیس آدمیوں سے بدلہ لوں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت تأثر کی وجہ سے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ لیکن چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معاملۂ انتقام کے خلاف تھا اس لیے آپؐ نے اس پر عمل نہیں فرمایا، صرف اپنے الفاظ میں مقدار تأثر کا اظہار کیا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر غزوۂ احد میں فتح و کامرانی حاصل کر لینے کے بعد بنی الاشہل سے تعلق رکھنے والے قبیلۂ انصار کے گھروں میں سے ایک گھر پر ہوا، اور وہاں آپؐ نے نوحہ کرنے والیوں کا اپنے مقتولین پر گریہ و بکا اور نوحہ سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمہائے مبارک اشک آلود ہو گئیں اور آپؐ رو پڑے، پھر آپؐ نے درد بھرے لہجہ میں فرمایا: "لكن حمزة لا بواكي له" لیکن حمزہؓ کے لیے رونے والے نہیں ہیں۔ چونکہ مہاجرین اپنے اپنے خاندانوں کے افراد مکہ میں چھوڑ کر آئے تھے لہٰذا مدینہ میں ان کے افرادِ خاندان گنے چنے تھے پردیس میں وطن جیسے اہل قرابت کی ہمدردی کہاں ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حضرت حمزہؓ کے اہل خاندان بھی کم تھے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے لیے غریب الوطنی کا اندازہ دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا، سوچنے کی بات ہے کہ رنج و الم کے جذبات سے بھرے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے، حالانکہ آپؐ نبی ہیں اور بشریت کے لغزش کلامی اور خلاف اعلیٰ باتوں سے پاک ہیں، لیکن خوں چکاں مصیبت کے احساس نے آپؐ کو بے تاب کر دیا۔ اس جملے سے آپ کے رنجیدہ اور زخمی قلب کی تصویر کشی ہوتی ہے جب انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احساس رنج اور آپ کے ارشاد گرامی کہ "لكن حمزة لا بواكي له" کا علم ہوا تو انھوں نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کی طرف نسبت کر کے اظہار غم کریں۔ بس پھر کیا تھا، ہر طرف حضرت حمزہؓ کے نام سے اظہار غم ہونے لگا۔ اور نالہ و غم کے الفاظ بلند ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان عورتوں کے مسجد کے دروازہ پر پہونچکر حضرت حمزہؓ کی شہادت پر اظہار غم کرتے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے۔ الغرض غمخواری میں دیر نہیں کی۔ عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں۔"

اور ابن کثیر کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے عورتوں سے فرمایا: تم لوگ واپس جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہو، تم نے اپنی طرف سے غمخواری کا حق ادا کر دیا، اور

فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا تھا، اور نہ ہی میں لڑنے کو پسند کرتا ہوں، اور پھر آپؐ نے اس سے منع فرمادیا۔

حضرت حمزہؓ کا قاتل حبشہ کا رہنے والا وحشی نامی ایک غلام تھا، اور اس نے یہ سب اپنی آزادی کے حصول کے لیے کیا تھا کیونکہ اس کے آقا ہی نے اسے اس کام پر آمادہ کیا تھا اور اس کے نتیجہ میں اسے آزادی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وحشی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈر سے فرار ہوگیا تھا اور ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا لیکن اسلام بلادِ عرب میں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وحشی فرار سے تنگ ہوگیا اور اس کے لیے کوئی جائے فرار نہیں رہی تو لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائے۔ پھر آپ اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔ حضرت وحشی فرماتے ہیں کہ میں چلکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری آمد کا علم نہیں ہوا تھا۔ آپؐ اس وقت چونکے جب مجھے اپنے سرہانے کھڑا اور شہادت پڑھتا ہوا پایا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو دریافت فرمایا: کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا: بیٹھ جاؤ اور بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کس طرح شہید کیا تھا؟ وحشی کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کے سامنے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا منظر بیان کیا۔ اور جب اپنی بات سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا: تم اپنے کو ایسا رکھو کہ تمہارے چہرے پر میری نظر نہ پڑے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا: کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا تم نے ہی حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ عرض کیا: آپؐ کو جو اطلاع پہونچی ہے صحیح ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے دور رکھ سکتے ہو؟ وحشی فرماتے ہیں کہ چنانچہ اس کے بعد سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر کترا جاتا تھا، اور جہاں آپؐ ہوتے وہاں نہیں جاتا تھا تاکہ آپؐ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا غالباً اس خیال سے کہا کہ حضرت حمزہؓ کے قاتل کو دیکھ کر دل بیتاب ہوگا اور حضرت حمزہؓ کی شہادت کو یاد کرکے آپؐ کا غم تازہ ہوجائے گا اور حضرت وحشی ایک امتحان میں ان کو دیکھ کر ان سے دوری کا احساس ہوگا جو حضرت وحشی کے لیے دینی نقصان کا سبب بن سکتا ہے حضرت وحشی کو جو دینی نقصان ہوسکتا تھا اس سے محفوظ رکھنے کے لیے کہا جا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس دردناک واقعہ کے ذمہ دار شخص کے تئیں اسکا سامنا ہونے اور اس واقعہ کو یاد کرنے سے پیدا ہونے والی نفسیاتی کیفیت کے اثر سے پہنچ سکتی تھیں؟

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں حکیمانہ اور متین جذبہ اور نازک احساس کی ایک اہم مثال ہم آپ کی اس تقریر میں پاتے ہیں جو آپؐ نے غزوۂ حنین کے بعد جعرانہ کے مقام پر انصار کے سامنے فرمائی تھی۔ انصار رضی اللہ عنہم وہ قوم ہیں جنہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپؐ کی آپ کے قرابت داروں اور آپؐ کے مہاجر متبعین کی ضیافت اور مہمان نوازی کی۔ اور آپؐ کو جتنا استقبال محبت اور اکرام وہ کرسکتے تھے، انھوں نے کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کا اعتراف بھی تھا۔ اور آپؐ ان کے ساتھ شفقت اور نرمی کا معاملہ فرماتے تھے اور اسی لیے انصار کے دل میں ایک خاص جذبہ پیدا ہونا فطری امر تھا جب انھوں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کی تقسیم میں انصار کا حصہ اہل مکہ اور دوسروں کے حصہ سے بہت کم رکھا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے اس احساس کی خبر پہونچی تو آپؐ نے اس صورتحال کا خاتمہ ایک ایسے معجزانہ بلیغ خطاب کے ذریعہ کیا جو دنیا کے بہترین فنی اور ادبی شہپاروں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے آپؐ نے انصار کو ایک احاطہ میں جمع فرمایا اور ان کے سامنے ایک بلیغ نفسیاتی اسلوب میں تقریر فرمائی جس میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیال اور ناراضگی کی پوری رعایت تھی۔

آپؐ نے اپنی اس تقریر میں ان کے سامنے مادی ساز و سامان کی حقارت اور بے وقعتی ظاہر کی جو ان کے اندر اس حساسیت کے ظہور کا سبب بنا تھا اور ان کی نظر اللہ تعالی کے اس عظیم انعام پر مبذول کرائی جو اس نے اپنے نبیؐ کی نصرت و حمایت اور ان میں اس عظیم رسولؐ کی بعثت، اور اس گمراہی سے نکال کر جو ان کے ضیاع و بربادی، اور ذلت و پستی کا سبب تھی۔ انہیں راہ ہدایت پر گامزن کرنے کے واسطہ سے ان پر فرمایا تھا۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دلوں میں سابقہ احساس کے برعکس اس کے مخالف احساس پیدا فرمایا۔ جو سامان دنیا کی بے وقعتی اور ایمانی ثروت کی عظمت کا احساس تھا۔ اور آپؐ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسی مؤثر تعبیر استعمال فرمائی کہ خود آپؐ نے اپنی زبان مبارک سے اور کلام معجز نظام سے ان کی نمائندگی فرمائی، اور اپنی مقدس ذات کو ان کے زمرہ میں شمار فرمایا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپؐ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:

"یا معشر الأنصار، ما هذه القالة التی بلغتنی عنکم وجدة وجدتموها علیّ فی انفسکم أما

آتیتکم ضلالاً فهداکم الله بی، وعالة فاغناکم الله بی، واعداء فألف الله بین قلوبکم، قالوا: للّٰه المن والفضل فقال، ألا تجیبونی یا معشر الأنصار، قالوا: بماذا نجیبك یا رسول الله! لله المن والفضل، قال: والله لو قلتم لصدقتم ولصدقتم، أتیتنا مکذبا فصدقناك، ومخذولاً فنصرناك وطریدًا فآویناك، وعائلاً فواسیناك

ترجمہ:-

اے گروہ انصار یہ کیسی چہ میگوئیاں ہیں جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہیں اور یہ کیسی ناراضگی اور خفگی ہے جو تم میرے خلاف اپنے دلوں میں پا رہے ہو، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب میں تمہارے پاس آیا تو تم گمراہ تھے، راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے تو اللہ تعالی نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت دی تم اس وقت فقیر و محتاج تھے اللہ تعالی نے میرے ذریعہ سے تمہیں مالدار بنایا، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ تعالی نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا، اور تمہارے قلوب میں ایک دوسرے کی محبت پیدا فرمادی، انصار نے عرض کیا: ہمیں اس کا اعتراف ہے اور اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا: اے گروہ انصار! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپ کو کیا جواب دیں، آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حقیقت ہے، بلکہ ہم اس سے گئے گزرے تھے، لیکن اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے، آپؐ نے فرمایا نہیں، اگر تم یہ کہو تو صحیح کہوگے اور میں تمہاری تصدیق کروں گا کہ آپؐ کا ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپکی تصدیق کی لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو ہم نے آپؐ کی مدد کی، آپؐ کو دھتکارا اور جلاوطن کیا گیا تو ہم نے آپؐ کو پناہ دی، آپؐ محتاج و مفلس تھے، تو ہم نے اپنے مال میں آپ کو حصہ دیا۔

ملاحظہ فرمائیے، انصار کے ساتھ عتاب و خفگی اور ان کے قلوب کی اصلاح و درستگی کے موقع پر اس نرمی و ملاطفت کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ آپؐ نے خود کو ان کے اندر شامل فرمایا اور ان کے احساسات و جذبات کا ایک جزء بن گئے اور اس کے ذریعہ آپؐ نے غیریت اور دوئی کی ان نفسیات پر اثر ڈالا اور اس پر روک لگائی جو ان کے اندر پیدا ہوچکی تھیں، یا پیدا ہونے کے قریب تھیں۔ اور جب آپؐ نے دیکھ لیا کہ قلوب مکمل ہم آہنگی اور موافقت کے لئے تیار ہوچکے ہیں۔ تو آپؐ نے انکے حساس قلب کے تار پر محبت بھری آخری ضرب لگائی، اور فرمایا:-

یا معشر الأنصار أ وجدتم علیّ فی لعاعة من الدنیا تألفت بها قومًا لیسلموا، ووکلتکم إلی إسلامکم اما ترضون یا معشر الأنصار أن یذهب الناس بالشاء والبعیر إلی رحالهم وترجعون برسول الله صلی الله علیه وسلم إلی رحالکم والله لولا الهجرة لکنت امرأ من الأنصار، ولو سلك الناس شعبًا وواديًا وسلکت الأنصار شعبًا وواديًا لسلکت شعب الأنصار وواديها، الأنصار شعار والناس دثار، اللهم ارحم الأنصار، وأبناء الأنصار وأبناء أبناء الأنصار۔

اے گروہ انصار! کیا تم مجھ پر دنیا کی معمولی اور حقیر شئی کے بارے میں ناراض اور خفا ہو جس کے ذریعہ میں نے کچھ لوگوں کی تالیف قلب کی تاکہ وہ اسلام لائیں۔ اور تمہیں میں نے تمہارے اسلام کے حوالہ کیا اور تمہارے اسلام پر اعتماد کیا اے گروہ انصار کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو بکریاں اور اونٹ لیکر اپنے گھروں کو واپس جائیں، اور تم خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر اپنے گھروں کو واپس جاؤ، خدا کی قسم اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا اور اگر لوگ ایک راستہ اور وادی پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ اور وادی پر چلیں تو میں انصار کے ہی راستہ اور ان کی وادی پر چلوں گا۔ انصار میرے بہت قریبی ہیں اور دوسروں کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ انصار کی حیثیت بدن سے متصل اور چپکے رہنے والے کپڑے کی ہے جو کسی حال میں جسم سے جدا نہیں ہوتا۔ اور دوسروں کی حیثیت اس کے اوپر پہنے ہوئے کپڑوں کی ہے جو ضرورت نہ رہنے پر بدن سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

اے اللہ! تو انصار پر، انصار کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔

اللہ اکبر! ان جملوں کا کتنا زبردست اثر ہوگا۔ یہ ایسے جملے ہیں جو پتھروں کو موم کردیں، اور ان سے پانی ابلنے لگے۔ تو بھلا ہمارے بزرگ انصار ان سے کیوں متاثر نہ ہوتے، چنانچہ ان پر یہ اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے، ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور وہ چلا اٹھے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اور حصہ پر راضی ہیں۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حدیث، خطبہ اور دعا کی اپنی مختلف قسموں کے ساتھ شعوری، جذباتی اور نفسیاتی کیفیات کا حامل ہے۔

(باقی صـ١٦ـ پر)

بہار کے اس موسم میں

ہم اپنی زندگی کا ہر پہلو سے جائزہ لیں

شمس الحق ندوی

یہ ماہ مبارک کا موسم بہار ہے، بھوک، پیاس، صبر و تحمل، غیر ضروری باتوں سے اجتناب واحتراز، اپنی زندگی کے بیتے ہوئے دنوں کا احتساب وجائزہ، جو کھو چکے اس پر ندامت وافسوس، ندامت کے آنسو بہانے اور توبہ واستغفار کے پانی سے دھونے کا یہی سنہرا موقع ہے، جب بارانِ رحمت ومغفرت کی جھڑی لگی ہوئی ہے اور جہنم سے نجات وآزادی کا بھی اعلان ہے حدیث پاک کے مطابق "یاباغی الخیر اقبل ویاباغی الشر ادبر" (اے خیر وبھلائی کے طلب کرنے والے خیر کی طلب میں لگ جا اور اے برائی کے کرنے اور چاہنے والے تو پیچھے ہٹ جا، برائی سے باز آ۔) کی صدا گونج رہی ہے۔

یہ ذکر وتلاوت اور داد ودہش کا مہینہ ہے اب تک جو بھول چوک ہو چکی ہے اس پر شرمساری اور آہ وزاری، یہی اس ماہِ مبارک کی قدر دانی ہے، کوتاہی اور گناہ کی مختلف شکلیں ہیں، دین کے کسی حکم کو توڑنا بھی گناہ ہے، فرد کا فرد کی حق تلفی کرنا، حق مارنا یہ بھی جرم وگناہ ہے، اپنے فرائض وذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا یہ بھی گناہ ہے لیکن فرد یا جماعت کا کچھ ایسے کام کرنا جس سے امت کے اتحاد وطاقت کو نقصان پہونچتا ہو، یہ گناہِ عظیم ہے اس وقت جب کہ ماہِ مبارک کی برکات سے ہمارے قلوب کو یک گونہ یکسوئی اور رضائے مولیٰ کی تلاش وجستجو کا شوق وجذبہ حاصل ہے خدا کے نام پر بھوک پیاس، ذکر وتلاوت، تراویح وتہجد نے قلوب کو نرم کر دیا ہے۔

ہم ہر پہلو سے اپنی زندگی کا جائزہ لیں، اپنے دینی کاموں اور سرگرمیوں پر بھی نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس میں کتنا حصہ خدا کی رضامندی اور دین کی سربلندی کا ہے اور کتنا نام ونمود اور ہوس اور خود نمائی کا ہے یا اپنے سطحی اغراض ومقاصد کا ہے جو دین کے رنگ میں خالص دنیا ہے، ان مبارک گھڑیوں میں اپنے حالات واعمال، نیتوں اور ارادوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اس رخ کو متعین کر لینا جس میں خدا کی رضامندی، امت کا مفاد عام اور زندگی کا پیغام مضمر ہے، عین دانشمندی ہے اور جائزہ کے بعد حقیقت آشنا ہونے کے بعد یہ سوچنا کہ لوگ کیا کہیں گے اگر ہم پیچھے ہٹے اور اپنی رائے بدلی تو ہماری توہین ہوگی، بڑی ناسمجھی ونادانی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ ابن قیس رض کو ہدایت دیتے ہوئے لکھا تھا:-

"ولا یمنعك قضاء قضیته الیوم فراجعت فیه نفسك وهدیت فیه لرشدك أن ترجع عنه فإن الحق قدیم ومراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل"

ایسا معاملہ جس کا آج تم نے فیصلہ دے دیا لیکن دوبارہ غور وفکر کے بعد صحیح صورتِ حال اور حق بات سمجھ میں آگئی تو اب کل کے غلط فیصلہ پر قائم نہ رہو بلکہ اس کو رد کر دو کہ حق دائمی اور قدیم ہے اور حق کو اپنا لینا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔

یہ حکم نامہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا لیکن یہ ایسی اصولی بات ہے جو ہر طالب حق کے لئے سنگِ میل اور منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے اگر ہم غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ اب تک جو سمجھا تھا وہ غلط تھا تو پھر یہ نہ سوچنا چاہئے کہ اگر اب ہم اپنی رائے بدلیں گے تو لوگ ہم کو کیا کہیں گے، خدا کے یہاں لوگوں کے کہنے نہ کہنے کا اثر نہ ہوگا بلکہ وہاں تو معاملہ حق ہی کے حق میں ہوگا، باطل رد کر دیا جائے گا اور یہ وہ وقت ہوگا جب تلافی کا موقع ہاتھ سے جا چکا ہوگا، ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شخص جب حقیقت پسندی سے کام لیتا ہے تو اس کا ضمیر آواز دیتا ہے کہ تمہاری رائے اور فیصلہ غلط ہے، تم جس کی رائے کو غلط سمجھ رہے ہو اس کی رائے صحیح ہے مگر یہ شخص صرف اس وجہ سے اپنی رائے سے رجوع نہیں کرتا کہ اس کی انا کو ٹھیس لگے گی، حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو خدا کی رضا کی خاطر جھکے گا خدا اس کو اٹھائے گا، بلند کرے گا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

"من تواضع لله رفعه الله"

دینی علمی مسائل میں نظریاتی وفکری اختلاف کی بھی یہی صورت ہے کہ اگر ہمارا کوئی فکر ونظریہ غلط ثابت ہو جاتا ہے اور ہم حقیقت آشنا ہو جاتے ہیں تو پھر اخلاص کا اور خدا کی رضا جوئی اور قوم وملت کے مفاد کا تقاضا ہے کہ ہم بلا پس وپیش اپنے فکر ونظریہ کی غلطی تسلیم کر کے دوسرے کے صحیح فکر ونظریہ کو مان لیں کہ دین اسلام کی یہی اصل روح ہے جس طرح غلط کام کرنا قوم وملت کے مفاد کے خلاف کوئی اقدام کرنا جرم وگناہ ہے، اسی طرح غلط کام کرنے والے اور ایسا اقدام کرنے والے کی تائید وحمایت بھی گناہ ہے جس سے دین وملت کو نقصان پہونچ رہا ہو، اگر ہم کبھی ناواقفیت ونادانی سے ایسی غلطی میں مبتلا ہو جائیں اور پھر حقیقت سمجھ میں آجائے تو فوراً اس سے باز آجانا چاہئے، غلط بات کی تاویل لوگوں کو تو دھوکا دے سکتی ہے لیکن وہ دن آکے رہے گا جب ساری تاویلات وملمع سازی کا رنگ وروغن اتر جائے گا اور حقیقت اپنے اصل روپ میں سامنے کر دی جائے گی۔

دنیا کا فنا ہونا اور قیامت کا آنا یقینی ہے کب آئے گی اس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا تاکہ ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دے اور بدلہ ویسا ہی ہوگا جیسا عمل ہوگا "الجزاء من جنس العمل" اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا فرمایا:

"إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ" (طٰہٰ)

قیامت یقیناً آنے والی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

رمضان المبارک میں اگر بھوک پیاس، صبر وضبط، حلم وبردباری اور طبیعت کی ناگواری کو جھیلنا اس لئے ہے کہ کہیں ہمارا روزہ نہ خراب ہو جائے، تو اس کی مشق ہے کہ مسلمان حق پر قائم رہے اور حق کی خاطر ہر ناگواری بلکہ کبھی کبھی ذلت وخواری تک کو گوارہ کر لے لیکن حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی خصوصاً ہمارے لئے اسوۂ کاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ جھیل لیا لیکن حق کی جو صدا لگائی تھی اس سے پیچھے نہیں ہٹے، مکی زندگی کا سب سے نازک اور کٹھن وقت وہ تھا جب کفارِ قریش نے آپ کے چچا ابو طالب سے آخری شکایت کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکئے ورنہ پھر ہم ان سے اور آپ سے سمجھ لیں گے اور ابو طالب نے فرمایا "بھتیجے! ذرا اپنی جان کا بھی خیال کرو اور میری جان کا بھی، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھا نہ سکوں" چچا کی باتیں سن کر آپ کی آنکھیں پر نم ہو گئیں کہ رہا سہا سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن آپ کے عزم وارادہ میں کوئی ادنیٰ کمزوری نہیں پیدا ہوئی بلکہ بہت کھل کر کہا:

"چچا جان! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کرے، یا میں اس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں تب بھی میں باز نہ آؤں گا"

مصر کے مشہور صاحبِ قلم اور ادیب نقاد استاذ محمود العقاد نے مکی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے مکی زندگی کو اسلام کی اہم خصوصیات کی دلیل کے طور پر اس طرح بیان کیا ہے۔

آپ کی مکی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ "بڑھتے ہوئے قدم کو پیچھے نہ ہٹانا چاہئے، چاہے وہ آگے نہ بڑھ سکے، حق پر جمے رہنا چاہئے نفس اس کی مخالفت کا کتنا ہی شیدائی ہو، غلط کو غلط ہی سمجھنا خواہ اس کو حکومت وتسلط ہی کیوں نہ حاصل ہو، باطل کے مقابلہ میں ڈٹے رہنا چاہئے اس کو غلبہ وقبول عام ہی کیوں نہ حاصل ہو، لوگوں کو خیر کی دعوت دیتے رہنا گو اس کے جواب میں تکلیف وایذا ہی سے کیوں نہ دوچار ہونا پڑے، فرض کو فرض سمجھ کر ادا کرتے رہنا، چاہے اس کا نتیجہ سامنے نہ آئے، ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھ کر انجام دیتے رہنا، چاہے اس کا کوئی بڑا فائدہ نہ دکھائی دے، مردِ مومن کا اپنی مردانگی پر قائم رہنا ہی اس کا طرۂ امتیاز اور تمغۂ جواں مردی ہے چاہے اس کے گرد وپیش کی سرپرستی اس کو پیس ڈالنا چاہتی ہو۔"

اگر ہم صحیح معنوں میں مسلمان ہیں اور حقیقت اسلام نہ صرف یہ کہ ہمارے دل میں اتر گئی ہے بلکہ رگ وریشہ میں رچ بس گئی ہے تو ہمارا بھی یہی کردار وکیرکٹر ہونا چاہئے کہ حالات خواہ کتنے ہی مخالف ہوں ہم اپنی اسلامیت پر، مومنانہ صفات وکردار پر قائم رہیں، اگر ہم اپنی ناتجربہ کاری، کم علمی یا غلط ماحول سے متاثر ہو کر کوئی غلط کام کر چکے ہوں تو حقیقت عیاں ہونے کے بعد فوراً اس سے رجوع کر لیں اور حق کی طرف لوٹ آئیں۔

عام زندگی اور معاشرہ میں، گھر اور خاندان میں مدرسہ اور خانقاہ میں جہاں بھی کسی کی کوئی حق تلفی ہوئی ہو فوراً اسلامی تعلیمات کے آئینہ میں اپنی تصویر دیکھ کر اسی کو درست کر لیں۔ اگر ہم کسی مل یا فیکٹری یا کارخانے کے مالک ہیں، کچھ مزدور اور ورکر ہمارے ماتحت ہیں تو ان کے بھی حقوق کا خیال رکھیں، ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کچھ اور لوگ بھی رہتے ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، ان کے ساتھ ہمارا سلوک وبرتاؤ وہی ہونا چاہئے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا بلکہ برت کر دکھایا ہے، ہم دنیا کی دوسری قوموں کے لئے نمونہ اور روشنی تھے ہمارے اخلاق ومعاملات سے متاثر ہو کر دوسری قومیں اسلام لاتی تھیں مگر اب اس حال کو پہنچ گئے ہیں کہ میر درد کا یہ شعر بڑے درد کے ساتھ پڑھنا پڑتا ہے ؎

ہر چند آئینہ ہوں پر اتنا ہوں ناقبول
منہ پھیرلے وہ جس کے مجھے روبرو کریں

فضائل و مسائل

رمضان المبارک

ماہ رمضان کی فضیلت وعظمت

رمضان شریف اسلام میں ایک نہایت ہی مقدس اور برگزیدہ مہینہ ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی عبادت روزہ ہے جو نفس کو مانجھنے اور صاف کرنے میں خاص اثر رکھتا ہے، اس مبارک مہینے میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے۔

رمضان شریف کا خاص مشغلہ تلاوت قرآن حکیم اور اپنے اوقات کو یاد خداوندی سے بھرپور رکھنا ہے، روزہ میں جھوٹ، غیبت، چغل خوری وغیرہ معاصی روزہ کو کالعدم اور روزہ دار کو قریب بہ ہلاک کر دیتے ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

روزہ میں نیت کی ضرورت

روزہ میں نیت شرط ہے (نیت کے معنی دل کے ارادہ کے ہیں) اگر روزے کا ارادہ نہیں کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ ادا نہیں ہوگا۔

رمضان کے روزے کی نیت نصف دن شرعی سے پہلے تک کر سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق کے ہونے کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو، اور کوئی کام جو روزہ کا مفسد ہو نہ کیا ہو اس کے بعد اگر نیت کرے گا تو معتبر نہ ہوگی۔ زبان سے نیت کرنی فرض نہیں لیکن بہتر اور مستحب یہ ہے کہ سحر کا کھانا کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے۔

"بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ"

اگر افطار کے وقت ہی اگلے روزے کی نیت کر لی تب بھی جائز ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کے بعد کھانا پینا جائز نہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ صبح صادق ہونے سے پہلے تک کھانا پینا وغیرہ بلا شبہ درست ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا

بھول کر کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا، بلا اختیار حلق میں گرد و غبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، آٹا پیسنے والے تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے آئے یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے یا قے آ کر خود بخود لوٹ جائے ان سب باتوں سے روزہ نہیں جاتا، اور کچھ خلل نہیں آتا، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا، خوشبو سونگھنے سے کچھ خلل نہیں آتا، بلغم یا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (یعنی منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا، تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا تو اس میں اختلاف ہے، اگر روزہ میں کوئی بھول کر کھا پی رہا ہے اور قوی و تندرست ہے تو اس کو یاد دلا دینا ضروری ہے، اگر ضعیف و ناتواں ہے تو نہ یاد دلانا درست ہے، اگر خود بخود یا مسواک وغیرہ کرنے سے دانتوں سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا، اگر خواب میں یا صحبت کرنے سے رات کو غسل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہ کیا تو روزے میں خلل نہیں آتا، اگر دن کو سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہوگی تو روزہ میں ذرا بھی نقصان نہیں آتا۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن دماغ اور معدہ میں اگر براہ راست کوئی دوا وغیرہ پہنچائی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جن چیزوں سے قضا واجب ہوتی ہے

کان یا ناک میں دوا ڈالنا قصداً منہ بھر قے کرنا، منہ بھر قے آئی تھی اس کو نگل جانا یا کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا یہ سب چیزیں روزے کو توڑنے والی ہیں مگر صرف قضا آئے گی کفارہ واجب نہیں۔ کنکر یا لوہے، تانبے وغیرہ کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں، یا رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھائی تو اس روزے کی قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا روزہ کھول لیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں، جان بوجھ کر بدون بھولے کے صحبت کرنا، کھانا پینا، روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، اس کی طاقت نہ ہو تو ۶۰ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جن چیزوں سے مکروہ نہیں ہوتا۔

بلا ضرورت کسی شے کو چبانا، نمک وغیرہ کا ذائقہ چکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے،

قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا مکروہ ہے، تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، فصد کرانا پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے، غیبت، بدگوئی، لڑائی جھگڑا روزے کو مکروہ کر دیتے ہیں اور ثواب بہت کم رہ جاتا ہے، مسواک کرنا، سر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں۔ اگر بیوی کو اپنے خاوند یا نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دینا مکروہ نہیں، آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت

اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزے نہ رکھے، تندرست ہو جانے پر قضا کرے، اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانے کا خوف ہے تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے، پھر قضا رکھے، حاملہ کو اگر بچے یا اپنی جان کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور پھر قضا کر لینا جائز ہے، اپنے یا غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا جائز ہے۔ ہمارے نواح کے ۳۶ کوس یعنی ۴۸ میل (۷۷ کلو میٹر) کا سفر یا اس سے زیادہ سفر شرعی کہلاتا ہے، یعنی ایسے سفر میں مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے واپس آنے کے بعد قضا کرے اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن پہونچ گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے، کیونکہ اب سفر کا عذر باقی نہیں رہا اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں تین گھنٹے میں ۷۷ کلو میٹر پہونچ جائے گا تو اس کے لئے بھی سفر رخصت یعنی نماز کا قصر اور افطار کی اجازت حاصل ہو جائے گی بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت شدید تکلیف ہوتی ہے روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر بوزن انگریزی، یا ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم ایک مسکین کو دے لیکن اگر کبھی طاقت آ جائے گی تو قضا ضروری ہوگی، عورت کو اپنے نسوانی عذر یعنی حیض کے ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے روز نفاس کا خون آئے جب خون بند ہو جاوے روزہ رکھنا چاہئے اور رمضان شریف کے بعد ان دنوں کے روزوں کی قضا ضروری ہے جن دنوں یہ عذر رہا ہے، جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے ان کو بلا تکلف سب کے سامنے کھانا پینا نہیں چاہئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازم ہے۔

روزہ توڑنا اور اس کی قضا:

فرض روزے کو بلا کسی شدید تکلیف اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں پس اگر سخت بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے، یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے یا ایسی شدید پیاس لگی ہے کہ مر جائے گا تو روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے، اگر کسی عذر سے روزے قضا ہو گئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے تو جلد ادا کر لینا چاہئے، کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں کیا خبر موت آ جائے اور فرض ذمہ رہے مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے آنے کے بعد جلد ادا کر لینا چاہئے۔ قضا رکھنے میں اختیار ہے کہ متواتر (یعنی لگاتار رکھے) یا جدا جدا متفرق، اگر قضا رکھنے کا وقت پایا لیکن بغیر ادا کئے مر گیا تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر (ایک کلو ۶۳۳ گرام) گندم صدقہ کریں اور اگر مال چھوڑ گیا ہے اور روزہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم اور واجب ہے۔

سحری کھانے کا بیان اور فضیلت

روزے کے لئے سحری کھانا مسنون ہے اور باعث ثواب ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہوتی ہے" یہ ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک دو لقمہ یا چھوارے کا ٹکڑا یا دو چار دانے چبائے تب بھی ثواب پائے گا، افضل اور بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے کھائے اور اگر دیر ہو گئی اور گمان غالب یہ ہے کہ صبح ہو گئی اور کچھ کھا لیا تو شام تک رکنا اور پھر قضا رکھنا لازم ہے اور اگر کسی مرغ یا مؤذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دے دی تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے بلا تکلف کھاؤ پیو۔

افطار

آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہئے البتہ جس روز ابر ہو تو احتیاط کے لیے دیر کرنا بہتر ہے، کھجور یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے اور یہ نہ ہو تو پانی بہتر ہے، آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی چاول شیرینی وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزہ میں نہیں آتا۔

البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو اور خرما و کھجور وغیرہ سب سے افضل ہے اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کرو گے تو ثواب ہرگز کم نہ ہوگا، اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائے گا پھر تم اس کو واپس کر کے کیوں بخیل کہلاتے ہو، البتہ یہ مال حرام اور مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو، یہ حدیث و فقہ سے ثابت ہے اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

اسلام میں معاشی جدوجہد کی تاکید

کسبِ دنیا کا حکم

اسلام نے ایک مسلمان پر اتنے حقوق اللہ اور حقوق العباد عائد کردیئے ہیں کہ ترکِ دنیا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی، مثلاً انفاق فی سبیل اللہ، صدقہ وخیرات، اہل وعیال، اعزہ واقرباء، غرباء ومساکین اور قوم وملت کے حقوق کی ادائیگی، اور ان کی امداد واعانت، کسبِ دنیا کے بغیر ناممکن ہے، اس لئے دین اور آخرت کی فکر کے ساتھ کسبِ دنیا بھی ضروری ہے:

"وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔"

(قصص - ۸)

خدا نے تم کو جو کچھ دے رکھا ہے اس میں دارِ آخرت کی بھی فکر کرتے رہو، اور دنیا سے تمہارا جو حصہ ہے، اس کو فراموش نہ کرو۔

طلبِ معاش کا حکم:-

"فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔" (جمعہ - ۲)

خدا کے فضل (معاش) کی تلاش کے لئے زمین پر پھیل جاؤ۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ۔ (بنی اسرائیل - ۱)

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، رات کی نشانی کو ماند کردیا، اور دن کی نشانی کو روشن بنایا، تاکہ تم اپنے رب کا فضل (معاش) تلاش کرو، اور تاکہ برسوں کی گنتی، اور حساب کو جانو۔

"رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا"

(بنی اسرائیل - ۶)

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں جہازوں کو چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، وہ تم پر مہربان ہے۔

حتیٰ کہ حج کے ایام میں بھی تجارت وغیرہ کے ذریعہ کسبِ معاش کی اجازت ہے۔

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ۔" (البقرہ - ۲۵)

(حج کے ایام میں) اپنے رب کا فضل (حصولِ معاش) حاصل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

حدیثوں میں کسبِ معاش اور دنیاوی جدوجہد کے اس سے زیادہ صریح احکام ہیں:

"اعمل لدنیاک کانک تعیش ابداً واعمل لآخرتک کانک تموت غداً۔"

اپنی دنیا کے لئے اس طرح کام کرو گویا تم کو ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے، اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح کام کرو گویا تم کو کل ہی مرنا ہے۔

"احرث حرث امرئ لیظن انہ لن یموت ابداً واحذر حذر امرئ یخشیٰ انہ یموت غداً۔"

اس آدمی کی طرح دنیاوی کاموں کو مستعدی سے انجام دو، جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کبھی نہیں مرنا ہے، اور اس آدمی کی طرح خوف واحتیاط کرو جس کو اندیشہ ہے کہ کل ہی مرجائے گا۔

"اعظم الناس ھماً المومن الذی ھم بامر دنیاہ وامر آخرتہ۔"

سب سے زیادہ عالی ہمت وہ ہے جو اپنی دنیا اور آخرت دونوں کے معاملے میں پوری توجہ سے کام لے۔

"اجملوا فی طلب الدنیا فان کلا میسر لما خلق لہ۔"

دنیا کی طلب خوبی کے ساتھ کرو جس کا جو حصہ مقرر ہو چکا ہے، وہ ضرور ملے گا۔

"طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ طلب الحلال واجب علی کل مسلم۔"

مذہبی فرائض کی ادائیگی کے بعد رزقِ حلال کی طلب فرض ہے، حلال روزی کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے۔

"والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احدکم حبلۃ فیحطب علی ظھرہ خیر لہ من ان یاتی رجلا فیسالہ اعطاہ او منعہ۔"

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ بات کہ تم میں سے کوئی شخص رسی لے، اور لکڑی کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس کے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس جاکر سوال کرے اور وہ اس کو دے یا نہ دے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کچھ مانگا، آپ نے ان سے پوچھا تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے، انھوں نے کہا ہاں ایک ٹاٹ ہے،

(باقی ص ۲۹ پر)

عورت کی آزادی کے لئے عورت کی غلامی ناگزیر

جعفر مسعود حسنی ندوی:

یورپ وامریکہ میں عورت کی آزادی کی تحریک چلانے والے بڑے زور وشور سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ عورت کا اپنی صلاحیتوں کو گھر کی چہار دیواری تک محدود رکھنا، گھریلو مسائل میں اپنے کو الجھا دینا، اپنی توانائی کا بڑا حصہ خاندانی معاملات نمٹانے میں صرف کردینا کھانا پکانے، بچوں کی نگہداشت کرنے، گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنے کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد سمجھ لینا اور پھر اس دائرہ سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہمارا موجودہ معاشرہ ترقی کے وہ مراحل طے نہیں کرپاتا جو اب تک اس کو طے کرلینا چاہئے تھے، ترقی کی راہ میں مردوں کی جو خدمات ہیں اگر اتنی ہی خدمات عورتوں کی بھی ہوتیں اور عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ معاشرہ کی ترقی کے لئے کوشاں نظر آتیں، اور گھر سے نکل کر دفتروں، ہسپتالوں، ریلوے اسٹیشنوں، ہوائی اڈوں اور دوسری ان تمام جگہوں پر جہاں زیادہ تر کام کرنے والے مرد ہی دکھائی دیتے ہیں ان کا ساتھ دیتیں تو ترقی کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تیز ہوتی جتنی کہ آج ہے۔

یہ ہے وہ بات جو مغربی حلقہ سے بڑے زور وشور سے کہی جارہی ہے، لیکن اس کا جواب بھی اسی حلقہ کی بعض ان خواتین نے دیا ہے جنھوں نے اس تحریک کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے گھر سے ناطہ توڑا، بچوں کو آیا کے حوالہ کیا، اپنی نسوانیت کا گلا گھونٹا، ماتا کو پاؤں تلے روندا، اور آزادی حاصل کرنے اور ترقی کی راہ طے کرنے کے لئے سب کچھ کر گذرنے کا عہد کیا، لیکن آزادی کی ان دلدادہ خواتین کو آزادی کے شوق نے مزید غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور ترقی کی راہ پر گامزن ان بیگمات کو ان کی ترقی پسندی نے کچھ اور پیچھے ڈھکیل دیا، پہلے تو وہ صرف شوہر کی غلام تھیں لیکن اب انھوں نے اپنی گردنوں میں طوق ڈالا اپنی متنوع خواہشات کی غلامی کا، اپنے باس کی ماتحتی کا، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے فیشن کو اپنانے کا، مردوں کو اپنے سے برتر سمجھنے، ان کے اشاروں پر ناچنے، ان کے کہنے پر اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے اور ان کی محفلوں کو رونق بخشنے اور ان کی خوشی کی خاطر اپنی عصمت وعفت تک قربان کردینے کا۔

ترقی کی یہ راہ جو اُن کے دشمنوں نے ان کو دکھلائی تھی اپنانے سے پہلے وہ شوہر کے مقام سے آشنا تھیں، گھر کی اہمیت سے آگاہ تھیں، مرد اور عورت کے درمیان جو فرق ہے اس کو سمجھتی تھیں بچوں کی تربیت کے طریقوں سے واقف تھیں، گھر کو آراستہ کرنا ان کا مشغلہ تھا، کھانا پکانے کا ان کو سلیقہ تھا، سینے پرونے میں ان کو مہارت تھی، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت انھیں کرنا آتی تھی، نفع ونقصان کی انھیں تمیز تھی، خیر خواہ اور بدخواہ کی انھیں پہچان تھی، زندگی کے مختلف میدانوں میں سے نصف میں انھیں مردوں پر سبقت حاصل تھی اور ان میدانوں میں ان کی مہارت مردوں کو بھی تسلیم تھی۔

آزادی کے پُر فریب نعرے سے دھوکہ کھانے والی عورت کے احساسات کی ترجمانی اس خط سے بہتر نہیں ہوسکتی جو مشہور فلم اداکارہ "مارلین مونرو" نے اپنی اس سہیلی کو لکھا ہے جو اس کی ظاہری ترقی کو دیکھ کر ارادہ کر رہی تھی فلمی دنیا میں آنے کا، یہ خط "مارلین مونرو" کی خودکشی کے بعد اس کے سامان کی تلاشی کے دوران دستیاب ہوا تھا۔

"مارلین مونرو اپنی سہیلی کو مخاطب کرکے لکھتی ہے "میری ظاہری چمک دمک اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر تم دھوکہ مت کھاؤ، اس دنیا میں مجھ سے زیادہ محروم اور بدنصیب عورت شاید ہی کوئی ہو! میری تمنا تھی ماں بننے کی لیکن میں محروم رہی، میری آرزو تھی کہ میرے گھر کے آنگن میں ایک شوہر ہو، بچوں کی ہنگامہ آرائی ہو، لیکن گھر کی ویرانی مجھے ڈستی رہی، میں ایک شریفانہ زندگی گذارنا چاہتی تھی جس میں شوہر کی محبت ہو اور والدین کی شفقت ہو، بھائی بہنوں کی پُر لطف گفتگو ہو، لیکن میری یہ آرزو پوری نہ ہوسکی، اب میں اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں، کیونکہ یہ دنیا مجھے کاٹے کھا رہی ہے، اور جاتے جاتے میں تم کو یہ نصیحت کرجاتی ہوں کہ آزادی کی اس دنیا میں کبھی قدم نہ رکھنا اور ایک سادہ، پُرسکون، مطمئن، پاک اور گھریلو زندگی گذارنے کی کوشش کرنا۔ عورت کی یہی سب سے بڑی کامیابی بلکہ یہی اس کی معراج ہے۔

آزادی کے نعرہ کی قلعی اس رپورٹ سے اور کھل جاتی ہے جو "سویڈن" کی ایک خاتون جج "بریجدار اولف ہامز" نے مشرقِ وسطیٰ کے اپنے دورہ کے بعد پیش کی ہے، یہ دورہ انھوں نے اقوام متحدہ کے خرچ پر مشرقی خواتین کے حالات کا جائزہ لینے

کے لئے کیا تھا، رپورٹ میں وہ لکھتی ہیں۔

"مغرب میں عورت کی آزادی ایک خیالی چیز ہے، کیونکہ مغرب نے حقیقت کی دنیا میں کبھی عورت کو مرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے ہیں، مغرب نے اگر کچھ کیا ہے تو صرف یہ کیا ہے کہ عورت کو اس کی نسوانی خصوصیات سے آزاد کرکے اس کو ایک ایسی مخلوق بنا دیا ہے جو مرد کے قریب تو ضرور ہو گئی ہے"

عورت کی آزادی پر جو تبصرہ امریکی مزاح نگار "آرٹ لوکوالڈ" نے امریکہ سے شائع ہونے والے ایک اخبار "ہیرالڈ ٹریبون" میں کیا ہے وہ ترقی پسند اور آزادی کی دلدادہ خواتین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے وہ کہتے ہیں کہ:

"ہر آزاد عورت کے پیچھے ایک غلام عورت نظر آتی ہے جو اس کے بدلے اس کا کام کاج سنبھالتی ہے"

"لوکوالڈ" نے یہ بات اس انٹرویو کے بعد کہی جو انھوں نے ایک خاتون وکیل سے جو ایک عدالت سے منسلک تھیں لیا تھا، اور جس میں ان خاتون نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اگر ان کے گھر میں خادمہ نہ ہوتی جو ان کی عدم موجودگی میں گھر سنبھالتی ہے، بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے، کھانے وغیرہ کا نظم کرتی ہے، گھر کو صاف کرکے اس کو رہنے کے قابل بناتی ہے، تو وہ باہر کام نہیں کر سکتی تھیں، ان محترمہ وکیل صاحبہ نے بعد میں اس کا بھی اقرار کیا کہ وہ بڑی محنت سے کمائی ہوئی رقم میں سے جس کے لئے انھوں نے بچوں کو چھوڑا، گھر کے آرام کو چھوڑا، شوہر کی عنایات کو چھوڑا، آدھی رقم اپنی اس خادمہ کو تنخواہ کے طور پر دیتی ہیں۔ "لوکوالڈ" نے وکیل صاحبہ کے اس اعتراف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ سے گفتگو کرنے سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ آزاد عورت آزادی کے اپنے تجربہ میں کامیاب ہی ہے اور اس تجربہ کی دعوت دوسری عورتوں کو بھی دی جا سکتی ہے، لیکن آپ کی گفتگو نے میری یہ رائے بدل دی، اور آزادی کی جو تصویر میرے ذہن میں بنی تھی اس پر کالک پوت دی، اور اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر "جوانیتا" (خاتون وکیل کی خادمہ) کی خدمات آپ کو حاصل نہ ہوتیں تو آپ کبھی آزاد نہ ہو سکتی تھیں گویا کہ اگر یہ کہا جائے کہ ایک عورت کی آزادی کے لئے دوسری عورت کا غلام بننا ضروری ہے تو غلط نہ ہوگا۔ (بریجدار اولف حامر)

عورت کی آزادی پر یہ تبصرے کسی عالم دین کے نہیں بلکہ برطانیہ کی مشہور اداکارہ "مارلین مونرو" سویڈن کی معروف خاتون جج اور امریکہ کے چوٹی کے مزاح نگار "آرٹ لوکوالڈ" کے ہیں، جنھوں نے آزادی کی اسی دنیا میں آنکھ کھولی، اسی دنیا میں پرورش پائی، اسی دنیا کی دوسروں کو دعوت دی، لیکن بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچے جس نتیجہ کا اعلان چودہ سو سال قبل ایک نبی امّی کی زبان سے ہو چکا تھا۔

کاش! کہ ہماری بہنیں آزادی کا زخم کھائی ہوئی ان خواتین سے سبق حاصل کریں، اور اس آزادی کے خلاف جو درحقیقت ان کو پھر سے غلام بنانے کی کوشش ہے آواز اٹھائیں اور اپنی دوسری بہنوں کو اس کے نقصانات سے واقف کرانے کی پوری کوشش کریں۔

(بقیہ)

کلام رسولؐ

جس کی چند مثالیں "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور آپ کی نظروں سے گذریں۔

جو شخص کلام نبویؐ پر اس حیثیت سے نظر ڈالتا ہے وہ اس میں مختلف مؤثر نمونے اور بہت سے ایسے نفسیاتی پرتو پاتا ہے جن میں ایک ایسے انسان کی تصویر ہوتی ہے جو اپنی انسانی زندگی کے ہر ناحیہ میں سچا اور امانتدار ہے اس میں ایک نبی کی بلندی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ایک ایسے انسان کی رقت نرمی ہے جس نے سب کے ساتھ محبت، سب کے ساتھ سچائی اور سب کے لیے طلب خیر کے جذبہ پر نشوونما پائی ہو۔ ایک ایسے انسان کی سادگی ہے جو اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور ایک ایسے رسول کی عالی حوصلگی اور بلند ہمتی ہے جس نے اپنا پیغام پہونچانے اور اپنی امانت ادا کرنے کا پختہ عزم کر رکھا ہو۔ چنانچہ نہ وہ اکتاتا ہے، نہ تھکتا ہے، نہ بحث و مباحثہ کرتا ہے اور نہ سودے بازی کرتا ہے بلکہ اپنی کامیابی کے لیے مسلسل جدوجہد اور پیہم کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين۔ شاید آپؐ اس غم میں اپنی جان دے ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم وصلى الله على نبينا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين۔

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

صغیر احمد صاحب خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ

لہو الحدیث کی تشریح

اولیائے امت کے ٹی وی کے متعلق ارشادات

مفکر اسلام مورخ مبصر اور عارف باللہ حضرت مولانا سید علی میاں ندوی دامت برکاتہم جو عالمی سطح پر ایک بزرگ شخصیت ہیں خصوصاً عرب و عجم میں۔ تاریخ اور عربی ادب پر بھی ان کا ایک اپنا مقام ہے اور علوم باطنیہ کے ساتھ ساتھ اللہ نے علوم ظاہریہ میں بھی عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے انھوں نے ایک تقریر مسجد زبیرہ جدہ میں کی تھی جس کا اقتباس مضمون کی مناسبت سے ناظرین کے فائدہ کے لئے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

میرے بھائیو! ایک تو یہ کہ دین کے کامل ہونے کا پہلو آپ اپنے ذہن میں رکھیں، اس میں عقائد بھی ہیں، ایک ایسا عقیدہ جو شرط ہے اسلام کے لئے اس سے انحراف ارتداد کے مترادف ہے، عبادات و فرائض کی پابندی کیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ یہاں رہیں، اس کے باوجود نماز کی پابندی نہ ہو، اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے، پھر اس کے ساتھ آپ کی تہذیب و معاشرت بھی اسلامی ہو، یہ نہیں کہ آپ رہیں سرزمین مقدس میں اور آپ کے گھروں میں ہر وقت ٹی وی چل رہا ہو، نمازوں کے اوقات میں لڑکے وہ دیکھ رہے ہوں۔ "ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله" (الآیۃ) اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ حکایتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے خدا کے راستے سے گمراہ کریں۔ (سورۂ لقمان)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صرف نام لینا رہ گیا ... ویڈیو اور ٹی وی کا۔ قرآن تو عربی زبان میں ہے اس میں انگریزی کا لفظ کیسے آتا عقل کی بات نہیں تھی لیکن قرآن کا اعجاز معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے جو کتاب نکلی، اگر میں مسجد میں بیٹھ کر کہوں کہ اس میں ٹی وی اور ویڈیو کا ذکر ہے تو میں غلط نہیں کہوں گا، اس لئے کہ قرآن میں کہا گیا۔ "من يشتري لهو الحديث" جو لوگ عربی کی بلاغت سے واقف ہیں اور اس کی زبان کا صحیح ذوق رکھتے ہیں اہل زبان کی طرح اور محض اللہ کا شکر و انعام ہے کہ ہمیں اسی حجاز و کمین کا فیض پہنچا ہے کہ ہم اس قابل ہوئے ہمارے استاد عرب تھے، ہم نے ساری عربی عربوں سے پڑھی الحمدللہ تو ہم "لہو الحدیث" کا لطف لے رہے ہیں، ہمارا عربی کا ذوق لہو الحدیث کے دائرے کی وسعت کو دیکھ رہا ہے، میں اس لفظ کا ترجمہ نہیں کر سکتا حالانکہ لکھنؤ کا رہنے والا ہوں میں اقرار کرتا ہوں کہ میں لہو الحدیث کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کر سکتا...... اس کے معنی ہیں باتوں کا کھیل، اب بتائیے...... ٹی وی اور ویڈیو وغیرہ میں کیا ہے، اگر یہ ہوتا کہ بہت سے لوگ ہیں جو کھیل کو پسند کرتے ہیں، کھیل خریدتے ہیں تو اس میں ویڈیو اور ٹی وی نہ آتا...... مگر باتوں کا کھیل کہا گیا، یہ وہ ہے جو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ قرن اول قرن ثانی، قرن ثالث، قرن رابع اور پانچویں، چھٹی ساتویں آٹھویں یہاں تک کہ میں کہوں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ذہن بھی یہاں تک نہیں گیا ہوگا، (یعنی ویڈیو اور ٹی وی کی طرف) یہ قرآن کا معجزہ ہے حدیث کا لہو، باتوں کا کھیل، اور وہ کیا ہے، یہ ویڈیو کا پردہ، تمام ٹی وی کی بولتی تصویریں، یہ ویڈیو، یہ ریکارڈ جو سنے جاتے ہیں سب لہو الحدیث ہیں، آج سے چودہ سو برس پہلے جب یہ سب چیزیں ایجاد ہونا تو درکنار، کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس وقت اللہ کی کتاب نے کہہ دیا، بہت سے لوگ ہیں جو لہو الحدیث خریدتے ہیں۔ (از رسالہ قرآن کا مطالبہ مکمل اطاعت و سپردگی)

۲ - حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب ندوی دامت برکاتہم کی قرآن فہمی اور سخن شناسی پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان کے معروف عالم فقیہ اور صاحب قلم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدفیوضہم خلیفہ مجاز قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ:

"ومن الناس من يشتري لهو الحديث" کے الفاظ موجودہ دور کے آلات لہو خلاً ٹی وی وی سی آر اور ویڈیو وغیرہ کو بعبارۃ النص شامل ہیں اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی جو عربی و اردو دونوں زبانوں کے نامور ادیب اور سخن شناس ہیں ان کی شہادت کے بعد مزید کسی شہادت کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔

ا۔ راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے لہو کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: ما يشغل الإنسان عما يعنيه لہو وہ تمام چیزیں ہیں جو آدمی کو لائق اہتمام چیزوں سے غافل کریں۔

۲ - لہو الحدیث کی تفسیر بعض اکابر نے گانا کے ساتھ فرمائی ہے۔ بعض نے طبلہ کے ساتھ بعض نے باطل الحدیث کے ساتھ اور بعض نے کل ما الهاك عن ذكر الله کے ساتھ ان اقوال پر کچھ تعارض نہیں کیونکہ آیت شریفہ کے الفاظ ان تمام چیزوں کو شامل ہیں۔

ٹی وی اور ویڈیو وغیرہ نے مسلمانوں کے ایک ایک گھر کو سینما ہال میں تبدیل کر دیا ہے اور جو گندگی فحش کے خاص مراکز میں پائی جاتی تھی اسے پورے معاشرے میں پھیلا دیا ہے۔ اس لئے ان چیزوں کو ام الخبائث کہنا صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۔ حکیم الامت الشاہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی فاروقی رحمہ اللہ کے خلیفہ راشد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (ہردوئی بھارت) جن کے زیر تربیت و سرپرستی درجنوں مدارس گلشن نبوی کی آبیاری میں مشغول ہیں فرماتے ہیں کہ :۔

آج کل ہمارے دکاندار حضرات ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو آمدنی میں زیادتی کا سبب سمجھتے ہیں حالانکہ دن بھر جتنے لوگ اس دوکان پر گانے اور عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا الگ الگ گناہ کرتے ہیں وہ سب جمع کرکے اس دوکاندار کی گردن پر جب ڈالا جائے گا تب اس کو اپنی آمدنی کا حال معلوم ہوگا۔ زبان سے کہتے ہیں کہ رزق خدا دیتا ہے اور پھر گناہ کرکے خدا کی ناراضگی سے رزق بڑھا رہے ہیں۔

(مجالس ابرار۔ ص ۷۵)

ب :۔ "جب نامحرم کی تصویر کی اصل دیکھنا حرام ہے تو نقل دیکھنا کیسے جائز ہوگا۔ پس ٹیلی ویژن کا مسئلہ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ مردوں کے لئے نامحرم عورتوں کو دیکھنا بالکل حرام ہے"۔

(مجالس الابرار صفحہ ۳۳ جلد ۲)

علمائے امت کے فتاویٰ اور آراء نیز دیگر عبرت آموز واقعات اہل یورپ کی رپورٹس اور اس کے شریعت مطہرہ کی روشنی میں ناجائز ہونے کی تفصیل کے لئے رسالہ (۱) ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی احکام۔ (۲) فلم، ٹی وی، وی سی آر، ایک شرعی جائزہ۔ (۳) "ٹی وی کا زہر" ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

ماخوذ از :۔ ٹی وی کی تباہ کاریاں

غزل

ڈاکٹر محمد حسین فطرت

احساس مرا دوڑے گلشن کی بہاروں تک
وجدان مرا لپکے کوئل کی پکاروں تک
گلشن کی بہاروں سے گلشن کے شراروں تک
پہنچی ہے نظر کس کی دل سوز نظاروں تک
کیا ہوگا ذرا سوچیں شعلوں کے تماشائی
یہ آگ اگر پہنچے دامن کے کناروں تک
ہے شاعری کیا میری میں تم کو بتاتا ہوں
دلچسپ سفر ہے یہ پھولوں سے بہاروں تک
بے سوز ائمہ ہیں بے روح نمازیں ہیں
افسردگی چھائی ہے منبر سے مناروں تک
سوچو تو ہر اک منظر اک دختر عبرت ہے
انساں کی نظر جائے بوسیدہ مزاروں تک
فطرت کے ترنم کا ادراک بھلا کس کو
ہے گونج حقائق کی احساس کے تاروں تک
تو قیر مآبوں کا احساس انا ٹوٹے
لازم ہے کوئی جھنڈا عظمت کے مناروں تک

(بقیہ) مطالعہ کی میز پر

وخطابت اور علوم، ماں کے پیٹ سے سیکھ کر نہیں آتا، سب کچھ اسی عالم اسباب میں سیکھتا ہے، کچھ چیزیں باقاعدہ نامزد اساتذہ سے سیکھتا ہے اور بہت سی چیزیں غیر شعوری طور پر ماحول سے سیکھتا ہے، جلسوں کی نظامت اور فن خطابت سیکھنے کے لئے بھی باقاعدہ درجے نہیں لگتے دیکھ اور سن کر ہی ایک طالب علم ان دونوں باتوں میں کمال پیدا کرتا ہے۔ مذکورہ کتاب بھی نظامت وخطابت سیکھنے کا بہترین ذریعہ ہے جس میں تین مختلف جلسوں میں کی گئی مثالی نظامتیں اور تقریباً گیارہ اہم دینی موضوعات پر نمونہ کی تقریریں ہیں یہ کتاب دینی مدارس کے طلبہ کے لئے بے حد مفید ہے۔

ہماری کوئی برانچ نہیں
بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان
چند خاص مصنوعات، افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو پستہ، کاجو رول، پلم کیک... اس کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر کئی قسم کے بسکٹ مجسٹک نان خطائیاں۔
شیریں رواج، شیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
۳۷۵۷۹۶۶، ۳۷۵۰۰۵۹ ۳۷۱۷۸۴۲
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

سکون قلب

عابدہ پروین حسنہ

آج ہر شخص مضطرب اور بے چین نظر آتا ہے جسے دیکھو کوئی روزگار کی، کوئی عزیز و اقارب کی، کوئی دوست احباب کی شکایت کر رہا ہے تو کوئی حالات کے تلے دبا کراہ رہا ہے اور کوئی معاشرے کو کوس رہا ہے، کسی کو سکون قلب نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ نہ جمہوریت ہے، نہ حقوق کی پامالی ہے اور نہ معاشی مسائل بلکہ سب سے بڑا مسئلہ دل کے سکون اور اطمینان کا فقدان ہے حالانکہ آج کے انسان کو راحت و آسائش کے وہ لوازمات میسر ہیں جن کے بارے میں ہمارے آباء و اجداد سوچ بھی نہیں سکتے تھے، یہ فرلانگ بھرتی کاریں دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے والے ہوائی جہاز، نرم گداز، گدیلے، فریج، ایرکنڈیشنڈ وغیرہ۔ ہمارے آباء و اجداد نے تو ان کو خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا لیکن ہمارے مقابلے میں وہ زیادہ پرسکون زندگی گذارتے تھے، ہم راحت کے تمام اسباب کے باوجود مضطرب اور پریشان ہیں بلکہ یہاں تو حالت یہ ہے کہ جس کے پاس زیادہ سامان آسائش ہیں وہ اسی قدر زیادہ بے اطمینان ہے۔

بے شمار لوگوں نے سکون قلب کے لیے مختلف تصورات قائم کئے جو سب غلط ثابت ہوئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سکون قلب اقتدار میں مضمر ہے لیکن حصول اقتدار کے بعد پتہ چلا کہ یہاں تو ایک لمحے کا سکون نہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سکون دولت کی کثرت میں ہے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے سرمایہ داروں کا یہ حال ہے کہ انہیں کاروباری اور دوسری پریشانیوں سے نیند نہیں آتی اور خواب آور گولیاں کھائے بغیر سو نہیں سکتے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اطمینان قلب منشیات کے استعمال سے ملتا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ منشیات نے کتنے گھرانوں کو تباہ کر دیا ہے کسی کا خیال ہے کہ جنسی خواہشات پوری ہو جائیں تو اس سے سکون ملتا ہے۔ یورپ میں بے کاروبار عام ہے بلکہ اسے قانونی تحفظ حاصل ہے لیکن ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر تین منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے، ہر تیرہ سیکنڈ میں ایک زنا بالجبر ہوتا ہے، ہر اکیاسی سیکنڈ میں کوئی زبردست ڈاکہ پڑتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم اطمینان قلب کو مادی چیزوں میں تلاش کرتے ہیں لیکن یہ روحانی چیزوں میں ملتا ہے آج انسان سکون قلب کے لیے جنگلوں میں پہاڑوں میں، صحراؤں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کبھی ٹی وی کا سہارا لیتا ہے تو کبھی وی سی آر کا، کبھی ریڈیو کا تو کبھی ٹیپ ریکارڈ کا، لیکن اطمینان ہے کہ پھر بھی نہیں ملتا۔

سکون قلب کے لیے پہلا کام حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔ اگر فرائض و عبادات کو ادا کریں تو ڈپریشن، ذہنی دباؤ اعصابی کھنچاؤ اور بے اطمینانی کا کوئی جواز نہیں اگر پھر بھی قلبی اضطراب ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا تو ہم یقیناً حقوق العباد میں کوتاہی کر رہے ہیں اگر ہم دوسرے لوگوں کی تالیف قلوب کریں اور ان کے حقوق کا خیال رکھیں، ناجائز مال جائیداد نہ ہتھیائیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ رشوت لے اور دے کر ناجائز کام کرائیں، اور لوگوں کے حق ماریں۔ بدعنوانی، بلیک مارکیٹنگ ہماری سرشت ہو اور پھر یہ بھی چاہتے ہیں کہ اطمینان قلب نصیب ہو۔ اطمینان قلب لوگوں کو دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ ان کا مال وحق ہتھیانے سے ہم کتنے پاگل ہیں انگاروں پر بیٹھ کر چاہتے ہیں کہ ٹھنڈک نصیب ہو، گندگی کے ڈھیر پر بیٹھ کر چاہتے ہیں کہ مشام جاں کو معطر کرنے والی دلنواز خوشبو آئے اور کانٹوں کے بستر پر بیٹھ کر چاہتے ہیں کہ چبھن بھی نہ ہو۔

اطمینان قلب کے لیے تیسرا مؤثر نسخہ ذکر الٰہی ہے ہم اپنے پیارے خالق کو روزانہ کتنا یاد کرتے ہیں، ہر کوئی اپنے گریبان میں دیکھے ذکر الٰہی دل کی غذا ہے۔ ذکر الٰہی روح کی غذا ہے۔ اپنے دل اور روح کو ہم روزانہ کتنی خوراک دیتے ہیں۔ جب یہ بیمار ہو جائے تو کیا علاج تجویز کرتے ہیں؟ ہمیں تو ہر وقت جسم کو خوراک بہم پہونچانے کی فکر ہے، بیمار ہو جائے تو اسپتالوں کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ جب دل خوش نہیں ہوگا تو جسمانی بیماری کیا چیز ہے۔ ذکر الٰہی کا مفہوم کچھ اس طرح ہے آپ بس میں بیٹھے ہیں کھڑکی سے باہر دیکھتے ہیں مختلف عمارات اور قدرتی مناظر آپ کی آنکھوں کے سامنے آتے جاتے ہیں۔ آپ ان مناظر کو دیکھ کر تصور کرتے ہیں کہ ان کا خالق کتنا عظیم ہے۔ پھر آپ سوچتے ہیں کہ یہ سب چیزیں فانی ہیں اور ان کا خالق باقی رہے گا۔ کائنات کا حسن آپ کو پھر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے آپ سوچتے ہیں ہمارے رب نے یہ سب کچھ بیکار پیدا نہیں کیا ان کے پیچھے کوئی مقصد ضرور کار فرما ہے۔۔ بس میں بیٹھے ہوئے غریب اور معذور فرد کی طرف دیکھتے ہیں آپ کا دل پسیج جاتا ہے۔ اس کی صحت کے لیے دعا کرتے ہیں، توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔ آپ کچھ دیر کے بعد دیکھتے ہیں کوئی بزرگ آپ کے قریب کھڑا ہے (باقی صفحہ ۲۳ پر)

ایک مطالعہ

تاریخ دعوت و عزیمت جلد

پروفیسر وصی احمد صدیقی

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ کی کتابی سیریز تاریخ دعوت و عزیمت علمی حلقوں میں بہت معروف رہی ہے، مولانا نے اپنی ملت کے روحانی وارثوں کے نام اور کام کو ایک لوح سیمیں پر ثبت کیا ہے اور زمین کے یہ ستارے اپنی چمک سے آسمان کے تاروں سے کہیں زیادہ منور نظر آتے ہیں یہ سروشِ غیبی کی آوازیں اور ادب سے سننے کے مستحق. زندگی کی تفسیر کے لئے اپنی تسکینِ قلب کے لیے، اپنی ہمت برقرار رکھنے کے لیے کتاب میں بیان کردہ ان باکمالوں کے حالاتِ زندگی اور کارناموں کا مطالعہ بہت کافی ہے، ان میں ایسے واقعات کا ذکر بھی ہے، جنھیں اکثر لوگ جانتے ہیں لیکن کتاب میں ان کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ قاری پر ایسے راز یکایک فاش ہوگئے ہیں جن سے وہ اب تک آگاہ نہ تھا، یہ انگارے بجھے نہ تھے مگر تاریخ کے خاکستر میں دب گئے تھے. انھیں مولانا نے کرید کرید کر نکالا ہے اور پھونک پھونک کر پھر روشن کیا ہے.

جیسے سمندری جہازوں کا قطب نما ہوتا ہے جہاز کا کوئی رُخ ہو وہ ایک ہی سمت اشارہ کرے گا. اور جہاز کی رہبری کرے گا. ایسے ہی مولانا کی تحریر کا مقناطیس ہے، اس کا رُخ ہمیشہ خدا کی طرف رہتا ہے سوانح اور تاریخ کے اس کتاب میں حضرت مولانا نے عقائد کی عقلی تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی ہے اور روحانی امور کو مادی صداقت کی طرح بیان نہیں کیا ہے. مذہب کو ریاضی اور سائنس کی ایک شاخ کی طرح نہیں برتا شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی مضمون پڑھتے وقت آپ دیکھیں گے کہ جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں وہ آپ کے ذہن سے اترتا نہیں بلکہ زندہ رہتا ہے. صورت اور معنی ہیئت اور مضمون. صورت اور مفہوم بحیثیت مجموعی پوری کیفیت کے درمیاں ایک توازن اور روحانی ہم آہنگی ہوتی ہے. پڑھنے والا ایک عجیب خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوتا ہے کہ مضمون کو کس طرح خانوں میں بانٹے. اتنا حصہ نفسیانی بصیرت. اتنا حصہ تاریخی صداقت. اتنا حصہ صوتی خوشگواری اور اتنا حصہ مصنّف کی شخصیت ہے، حضرت مولانا کا بیان زندگی اور تاریخ کے ادراک میں کسی نقطۂ انجام کو قبول نہیں کرتا بلکہ مسلسل اپنے دائرۂ نظر کو وسیع سے وسیع تر بناتا چلا جاتا ہے. ان عظیم شخصیتوں کا بیان اس طرح ہے کہ ان کے احساسات میں عظمت جذبات میں نیکی. استدلال میں صداقت اور کارناموں میں حُسن نظر آتا ہے ان کے اور ایک عامی کے درمیان محبت کا تعلق ہوتا ہے. یہ وہ مقدس سلسلہ ہے جو عوام کے نفوس کو ان عظیم نفوس کے ساتھ متعلق کرتا ہے. جن سے ایک مقناطیس کی طرح لہریں اٹھ اٹھ کر لوگوں کے روحانی زندگیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتی ہیں

یہ وہ مبارک لوگ ہیں جنھوں نے مذہب کی تجدید کے ساتھ معاشرے کی تجدید بھی کی ہے وہ جذبات جو اس کتاب کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں دل کو ایسی نرمی اور دماغ کو ایسی بالیدگی بخشتے ہیں جو انسان کو پہلے سے زیادہ دیندار اور دانا بنادیتے ہیں. بھولے بسرے پیمانوں اور زور زبردستی سے توڑے ہوئے رشتوں کے باوجود نوعِ انسان کی وسیع سلطنت کو مذہبی جذبے اور اتحاد کے سر رشتے میں مربوط کرتے ہیں

ان سلسلۂ واقعات کے بیان میں حضرت مولانا نے ہر سچائی کی گواہی دی ہے. ہر خوشی کی بات کو چارچاند لگایا ہے اور ہر غم میں معنی پیدا کئے ہیں تاریخ پر یہ مجبوری عائد ہے کہ وہ واقعات اور انسانی افعال کو من وعن بیان کرے مورخ اس بات کا مجاز نہیں کہ اخلاقی ہدایت یا عبرت کے خاطر نیکی کو نیکوتر اور بدی کو بدتر بنا کر دکھائے مگر مولانا کے یہ ممدوح کائنات کے ایک افضل اخلاقی نظام کو ضرور پیش کرتے ہیں. یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ان پاکیزہ روحوں کی پاک بینی کی تقلید کی جائے.

ایک اچھے مضمون میں ایک مکمل وحدت ہوتی ہے اس کے پڑھنے کے بعد قاری کو فنی مہارت کا لذت بخش احساس. بصیرت میں اضافہ اور ایسے جذبات اور واردات کے شناخت کا لطف آتا ہے جو خود اُس کے اندر موجود ہیں. اس کتاب کو پڑھ کر ایک بیتاب خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اے کاش ماضی کے دور دراز سایے مستقبل کا آئینہ ہو جائیں.

دین کے تجدید اور اصلاح کرنے والی مبارک ہستیوں کے ساتھ ان لوگوں کا بھی ذکر ہے جو مسلمان کے ایمانی غیرت کے محافظ ہوتے. جن کے کارناموں نے ساری دنیا میں مسلمانوں کی ایک مرتبہ پھر دھاک جمادی اور ہمیں حضرت خالد بن ولیدؓ. حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ جیسے مجاہدین

اور جاں فروش سپہ سالاروں کی طرح ایک نام دوسرے ناموں کے ساتھ نظر آتا ہے، جس کی عظمت کے آگے ساری مسیحی دنیا نے گھٹنے ٹیک دیئے جس کی بے مثال سماعت اور نرم دل نے اُسے مغربی ناول نویسوں کے لیے مرکزی کردار کی فراہمی کی. میرا مطلب سلطان صلاح الدین ایوبی سے ہے ان کے حالات کے بیان میں وہ لوگ بھی آگئے جو ناکام مجاہد اور ہزیمت نصیب غازی رہے اور جن کی شہادت ہی ان کا انعام رہی.

سب سے آخر میں مولانا روم اور ان کی مثنوی کا بیان ہے. یہ اکیلے شاعر ہیں جو اس فہرست میں آئے صرف اس لیئے کہ اُن کی مثنوی کو "ہست قرآں در زبان پہلوی" کہا گیا ہے. ان کی مثنوی ہمیشہ میرے ذہن میں ملٹن کی جنتِ گمشدہ کا خیال لاتی ہے. انسان کی پہلی حکم عدولی سے ملٹن کی نظم شروع ہوتی.

کوئی شک نہیں یہ بے مثال نظم ہے اور دونوں کا تقابلی مطالعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے سینٹ پال کی عیسائیت اور مذہب اسلام کا مقابلہ. ایکطرف ملٹن نے ابلیس کو جوشِ عمل اور شاہانہ شان وشوکت کا مجسمہ دکھایا اور اُسے خراجِ عقیدت پیش کیا دوسری طرف مولانا روم نے فرمایا زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است مولانا روم کے عشق کے نکتہ کو جس طرح حضرت مولانا نے واضح کیا ہے میں اس کا بیان آگے کروں گا مگر مجھے علامہ اقبال کا خیال آتا ہے جو پیرِ رومی کے مرید تھے لیکن ابلیس کے لیے نرم گوشہ دل میں رکھتے تھے اجنھوں نے جاوید نامہ میں خود مولانا روم کی زبان سے اُسے خواجہ اہل فراق کا خطاب دلایا ہے. مولانا روم کی مثنوی دانتے کی بھی یاد دلاتی ہے جو یقیناً امور محبت کا جاننے والا تھا. اپنی محبوبہ بیٹریس کو جنت کی ایک مقدس ہستی بنا دینے اور اُس کے حُسن اور اپنی محبت کی درجہ بدرجہ ترقی کے قدم بہ قدم اپنے کو عرش خداوندی کے پائے تک پہنچا دینے کی داستان شاعری کا ایک بے حد شاندار کارنامہ ہے طربیہ خداوندی کا وہ حصہ ہے جو بہشت سے تعلق رکھتا ہے، محبت کی شان میں ایک تمدیہ ترانہ ہے یہی لفظ محبت مولانا روم کے زبان میں اپنے خاص معنوں کے ساتھ عشق ہوگیا ہے ورنہ اُس سے پہلے کے صوفی شاعروں مثلاً عطار اور سنائی نے اس لفظ کا استعمال کم کیا ہے.

اس کتاب کا دیباچہ خود ایک بے مثال علمی اور تحقیقاتی کام ہے اور دوسرے مصنفین اس دیباچے کے حوالے سند اعتبار حاصل کرسکتے ہیں. اس نمونہ کا دیباچہ اپنی کتاب کے لیے ابن خلدون نے لکھا تھا جس نے یورپ کے علمی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا تھا اور جس نے فلسفۂ تاریخ کو ایک سائنٹفک مضمون کی حیثیت سے پیش کیا تھا مگر وہ دیباچہ اس علم کے مبادیات اور اصولوں سے معاملہ رکھتا ہے کوئی شک نہیں ابن خلدون نے اپنے نتائج کا استنباط بڑی ذہانت سے کیاہے. مگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور خاص طور پر مسلمانوں کے عروج اور انحطاط سے اپنا معاملہ نہیں رکھا ہے.

کتاب کے مقدمے میں حضرت مولانا نے اصلاح و تجدید کی ضرورت اور تاریخ اسلام میں ان کا تسلسل بیان کیا ہے. ابتداء اس طرح ہوتی ہے. کہ اللہ کا دین مکمل ہے مگر زندگی متحرک اور تغیر پذیر ہے اور اسلام کے ابدی عقائد و حقائق ایسے ہیں کہ وہ ہر دور میں دنیا کی رہنمائی کرسکتے ہیں. ہماری امت کو جو زمانہ دیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ انقلابات سے بُرے ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے جو دین کی تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہے.

اسلام نے اپنے سارے حریفوں کو شکست دی. باطنیت. صلیبیوں کے حملے اور تاتاریوں کی یورش علاوہ اسلام کے کسی اور دین کو بالکل توڑ دیتے لیکن اسلام اُسے برداشت کرگیا. تحریفات. بدعات. مشرکانہ رسوم. نفس پرستی الحاد اور لادینیت کا اسلام پر بارہا حملہ ہوا مگر ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کی مدافعت کی. دوسرے مذاہب کی تاریخ میں ایسی شخصیتوں کی بڑی کمی رہی ہے سینٹ پال نے عیسائیت کے ساتھ منفی کام کیا. تحریف کے ساتھ بہت سے بدعہ رسوم کو اس سے وابستہ کر دیا صدیوں پر صدیاں گذرتی گئیں مگر کوئی مصلح عیسائیوں میں نہیں پیدا ہوا. پندرہویں صدی میں مارٹن لوتھر نے تھوڑی سی اصلاح کی کوشش کی مگر حالات اتنا بگڑ چکے تھے کہ عیسائی مفکرین عیسائیت کے مستقبل سے خود مایوس ہوگئے.

ہندو مذہب میں بھی یہی ہوا. وہ ایک غیر علمی مذہب بن کر رہ گیا. بہت جلد اُس نے اپنا اثر کھو دیا اور گوتم بدھ کی آمد ہوئی. انھوں نے ترک دنیا. تہذیب نفس اور خواہشات سے مقابلہ کا نیا مذہب دیا لیکن جلد ہی مورتیاں اور رسوم پھر اس پر حملہ آور ہوئے. بانیِ مذہب کے سادہ اور بلند اخلاقی درس الہٰیاتی موشگافیوں کے انبار کے نیچے دب گئے. پھر شنکر آچاریہ نے اس مذہب کو اپنے ملک سے بیدخل کر دیا.

مذہب کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہوتی ہے. اسلام کی تاریخ میں کوئی مختصر مدت ایسی نہیں پائی جاتی جب اسلام کی دعوت بالکل بند ہو چکی ہو ایسے طاقتور اشخاص پیدا ہوتے رہے جو ہر فتنہ کا مقابلہ کرتے رہے. قدریت. جہمیت. اعتزال. خلق قرآن. وحدت الوجود اپنے وقت کے بڑے اہم عقائد تھے لیکن اسلام نے اُن پر فتح پائی اور اب ان کی تفصیل صرف تاریخ عقائد میں محفوظ ہے.

تجدید و انقلاب، دعوت و اصلاح اسلام کی تاریخ ہی کی طرح مسلسل ہے، یہ تاریخ زیادہ تر اُن کتابوں میں محفوظ ہے جس میں شاگردوں اور مریدوں نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے نصائح، ملفوظات حقائق اور معارف قلم بند کئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مجددین اور مصلحین کے مکتوبات اور مواعظ کے مجموعے ہیں۔ دعوت و عزیمت اس امت کے ہر دور میں اپنا کام کرتی رہی۔

یہ کتاب اُن لوگوں کا بیان ہے جنھوں نے جاہلیت اور مادیت کا مقابلہ کیا۔ امت میں ایمانی روح پیدا کی۔ دین کے ماخذ اور اس کی تعبیرات پر اعتماد کو از سرِ نو استوار کیا۔ امت کو نئے فتنوں میں پڑنے سے باز رکھا۔ اجتہاد کا دروازہ کھولا معاشرہ میں احتساب کا فرض ادا کیا۔ اور ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی۔

آئیے اب ہم ان اہم شخصیتوں۔ ان کے زمانے اور ان کے کارناموں کا حال پڑھیں

کتاب کی ابتدا پہلی صدی کے اصلاحی کوششوں کے بیان سے شروع ہوتی ہے جس کے اولین مصلح اور مجدد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ تھے۔ بنی امیہ کے دور میں ایسا لگتا تھا کہ وہ جاہلی رجحانات جو خلافتِ راشدہ کے اثر سے دب گئے تھے پھر ابھر آئے ہیں اور اہلِ حکومت کی بیدین زندگی سے پوری اسلامی سوسائٹی متاثر ہو رہی ہے۔ بنی امیہ کی حکومت ایسی مستحکم تھی کہ اس کو شکست دینا ناممکن نظر آتا تھا مگر خود انھیں میں سے ایک شخص معجزہ کی طرح سامنے آئی وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی تھی سلیمان بن عبد الملک کے یہ جانشین حضرت عمر فاروقؓ کے جانشین نظر آنے لگے ان کی زاہدانہ زندگی تقویٰ اور احتیاط کافی معروف باتیں ہیں جن کا بیان غیر ضروری ہے، جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے حکومت کا نقطۂ نظر بدل دیا اُن کا تاریخی جملہ ہے۔

"محمدؐ دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تحصیلدار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔" ساری مدت خلافت وہ اس اصول پر گامزن رہے اور ملک مصالح و منافع پر ہمیشہ دینی و اخلاقی کو ترجیح دی معلوم ہوا کہ یہ نقصان کا سودا نہ تھا۔ انھوں نے اسلامی نظام مالیات اور طرزِ حکومت کی تشریح کی اور حکام کو دعوت و تبلیغ کی ترغیب دی۔ انھوں نے خود فرائض اور سنن کی تشریح کی اُنکے خطوط اور فرامین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے قالب میں خالص اسلامی ذہن اور اسلامی روح کارفرما تھی۔ تقریباً ہر فرمان میں قرآن پاک کی آیتیں تحریر فرمائیں۔ اور لکھا کہ میں تم لوگوں کو اس قرآن اور اس پر عمل نہ کرنے کے نتائجِ بد سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی مدتِ خلافت بہت مختصر رہی۔

اب دوسری صدی کی اصلاحی کوششوں کا بیان ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات کے بعد حکومت پھر اُسی ڈگر پر آگئی تھی جوان سے پہلے تھی بلکہ اپنی خرابیوں میں کچھ اور بڑھ گئی وہ خطرہ جس کا سرکار دوعالم نے اظہار کیا تھا یعنی مجھے تمہارے بارے میں فقر و افلاس کا خطرہ نہیں تھی مجھے جو کچھ خطرہ ہے وہ اس بات کا کہ دنیا کی تم پر ایسی آسائش اور فراخی ہو جیسے تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی اور تم بھی اُس میں ایک دوسرے سے مقابلہ شروع کردو اور تم کو بھی اس طرح ہلاک کردے جیسے اُنکوں کو ہلاک کیا تھا یہ خطرہ پیش آگیا۔ اسی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ مخلص اور سرفروش بندے میدان میں آئے انھوں نے امت کے ایمانی اور روحانی تسلسل کو قائم رکھا۔ اُس دور کے ایمانی دعوت کے سب سے بڑے علمدار حضرت حسن بصریؒ سامنے آئے۔ ان کی شخصیت بڑی جامع دل آویز اور بڑی کشش تھی۔ وہ بلند پایہ مفسر اور مستند محدث تھے اور دین میں پورا تبحر اور گہری بصیرت رکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فصیح البیان مقرر تھے ان کی جامعیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی مجلس میں قسم قسم کے لوگ جمع ہوئے تھے۔ کوئی حدیث حاصل کر رہا ہے کوئی تفسیر میں استفادہ کر رہا ہے۔ کوئی فقہ کا درس لے رہا ہے کوئی مقدمات کے فیصلہ کرنے اور قضا کے قوائد سیکھ رہا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک بحرِ ذخار ہیں جو موجیں لے رہا ہے اور ایک روشن چراغ ہیں جو مجلس کو پرنور کر رہا ہے پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں ان کے کارنامے اور حکام اور   کے روبرو پوری فصاحت اور پر شکوہ الفاظ میں اظہار حق کے واقعات بھلانے کی چیز نہیں۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاءؑ کے طرز کلام سے بڑی مناسبت رکھتا ہے اسی طرح ان کا طرزِ زندگی صحابہ کرام کے طرز زندگی سے بہت مشابہ تھا۔ ایک غیر مسلم فلسفی (ثابت بن قرہ) کا مقولہ ہے کہ امتِ محمدیہ کی جن ممتاز ترین شخصیتوں پر دوسری اُمتوں کو رشک آنا چاہیے اُن میں حسن بصریؒ بھی ہیں۔

حسن بصریؒ کے مواعظ دورِ صحابہ کی قوت اور سادگی کا نمونہ ہیں جن میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی اہمیت ایمان و عمل کی تلقین اور فریبِ نفس کی مذمت ملتی ہے اردو میں ترجمہ زبان کی خوبی کو ویسا ہی قائم نہیں رکھ سکتا ہے لیکن اُس کے دل کو چھونے والی کیفیت ختم نہیں ہوتی۔

"ہائے افسوس! لوگوں کو امیدوں اور خیالی منصوبوں نے غارت کیا۔ زبانی باتیں ہیں۔ مگر عمل کا نام نہیں۔ علم ہے مگر صبر نہیں ایمان ہے مگر یقین سے خالی۔ آنے جانے والوں کا شور ہے مگر ایک بندہ خدا ایسا نظر نہیں آتا جس سے دل لگے۔"

مومنین (اولین) کے کان میں جب خدا کی

یہ پکار پہونچی تو انھوں نے اسی وقت اُس کی تصدیق کی اور اس پر لبیک کہا۔ اس کا یقین اُنکے دل کی گہرائی میں اُتر گیا۔ اُن کا دل۔ ان کا بدن اور ان کی نگاہیں خدا کی عظمت اور ہیبت میں جھک گئیں۔"

حضرت حسن بصریؒ حق گوئی۔ اخلاقی جرأت اور شجاعت میں بھی ممتاز تھے انھوں نے خلیفۂ وقت یزید بن عبد الملک پر برملا تنقید کی حجاج کی سفاکی مشہور رہے مگر ان کی زبان اُس کے زمانہ میں بھی اظہار حق سے باز نہیں آئی۔ انھوں نے نفاق اور منافقین کی نشاندہی کی۔ انھوں نے فرمایا کہ اس امت پر کیسے کیسے منافقین غالب آگئے ہیں جو بڑے درجے کے خودغرض ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کی وفات کے بائیس برس بعد خلافت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا اور خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ خلافت ایسی قومی اور نسلی بنیادوں پر قائم ہوگئی تھی۔ کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی آواز اور کوئی تحریک اس وقت تک موثر نہیں ہوسکتی تھی جب تک کہ اس کو شرافتِ نسب اور علو خاندان کی سند حاصل نہ ہوسکی اسی لیے خلافت اموی اور خلافت عباسی کے خلاف جنھوں نے علمِ جہاد بلند کیا ان کا تعلق اہلبیت سے تھا۔ زید بن علی بن الحسین نے ہشام بن عبد الملک کے مقابلہ میں علم جہاد بلند کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ نے مدینہ طیبہ اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ دونوں حضرات شہید ہوئے اِن کی کوششیں ناکامیاب ہوئیں۔ لیکن اسلامی تاریخ کی آبرو انھیں جواں مردوں سے قائم ہے۔

(جاری)

رمضان المبارک کا مختصر دستور العمل

- صدق دل سے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے توبہ و استغفار کا اہتمام کریں۔
- روزہ رکھنے کا پورا احترام کریں، بلا عذر شرعی ترک نہ کریں۔
- نماز تراویح ذوق و شوق کے ساتھ پڑھیں کم از کم ایک ختم قرآن کا تراویح میں اہتمام کریں۔
- نماز با جماعت کا مکمل اہتمام کریں۔
- اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے نوافل کا معمول بنائیں۔
- روزہ میں آنکھ، کان، ناک، زبان، دل و دماغ اور تمام اعضا کو ہر گناہ سے بہت ہی بچائیں۔
- صدقہ و خیرات کی کثرت کریں۔
- روزہ دار ملازم اور خادم کے اوقاتِ کار میں تخفیف کریں اور اس پر کام کا زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔
- حسبِ استطاعت مسافروں اور مجبوروں کے افطار و سحر کا انتظام کریں۔
- غصہ اور لڑائی جھگڑے سے بالکل پرہیز کریں، اس کے لیے کوئی آمادہ نظر آئے تو خوبی سے بات کو ختم کردیں۔
- مستند دینی کتابوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔
- بُرے خیالات سے اپنے ذہن کو حتی الامکان فارغ رکھ کر اپنی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دیں اور آخرت کی فکر پیدا کریں۔
- تلاوت قرآن کریم اور ذکر و تسبیح جس قدر ہوسکے معمول بنائیں
- چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھیں۔
- جنت الفردوس طلب کریں، عذاب دوزخ سے پناہ مانگیں، اور ملک و ملت کی صلاح و فلاح کی دعا کریں۔

(بقیہ) سکون قلب

آپ اس کے احترام میں اٹھ جاتے ہیں اور اپنی سیٹ پر اسے بٹھاتے ہیں اس طریقے سے آپ صبح و شام سفر کرتے ہیں

• زندگی بھی ایک سفر ہے" آپ کا یہ سارا سفر ذکر اللہ ہے اگرچہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح نہیں، آپ کی زبان پر اللہ اللہ کے الفاظ نہیں، لیکن آپ کا دل عظمت خداوندی سے لبریز ہے تو آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔

کہنے کا مدعا یہ ہے کہ ہر وقت ہر کام میں اللہ کی عظمت کو یاد کرلیا کریں۔ جب ہم رشوت لینے دینے لگیں، جب ناقابل کی سفارش کرنے لگیں، جب دوسرے کے مال و جائداد پر قبضہ جتانے لگیں۔ یا چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری کے وقت اللہ کی عظمت کا تصور کرلیا کریں۔ اس ہستی کو دل کے نہاں خانے سے نکالنے کی زبردستی کوشش نہ کریں۔ یہ تو اس کا گھر ہے۔ ہم اس کو گھر (دل) سے نکال کر کبھی مطمئن نہ ہوسکیں گے۔

نماز تراویح میں حفاظ کرام کی عجلت

مولانا اشرف علی تھانویؒ

بعض لوگ تراویح سے جلد فارغ ہونے کے لیے اس قدر عجلت کرتے ہیں کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بھی نہیں پڑھتے اور التحیات کے بعد درود شریف تو کوئی اللہ کا بندہ پڑھتا ہوگا اور التحیات بھی بہت تیز پڑھتے ہیں ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود صرف قرآن خوانی کو سمجھتے ہیں اور نماز کو مقصود نہیں جانتے ورنہ اس کے اجزاء میں یہ کتربیونت نہ کرتے اور قرآن کریم بھی اس تیزی سے پڑھتے ہیں کہ بجز غفور اور شکور کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا پڑھا۔ غرض یہ خواہش ہوتی ہے کہ جلدی سے خلاصی ہو جائے۔

ایک سررشتہ دار اور ایک ان کے نائب دونوں ایک کچہری میں تھے۔ انگریز ان کو نماز کے وقت اجازت دیدیتا تھا تم نماز پڑھ آؤ۔ سررشتہ دار صاحب تو نمازی تھے وہ نماز خشوع وخضوع کے ساتھ اطمینان سے پڑھ کر آتے تھے اور نائب صاحب بے نمازی تھے وہ تھوڑی سی دیر میں واپس آجاتے تھے، صاحب نے ایک روز پوچھا کہ تم بہت جلدی واپس آجاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتا ہے۔ کہا کہ سررشتہ دار صاحب نئے نمازی ہیں، نماز ان کو آتی نہیں وہ سوچ سوچ کر نماز پڑھتے ہیں اور مجھ کو نماز کی خوب مشق ہے۔ پرانا نمازی ہوں اس لیے جلدی پڑھ کر واپس آجاتا ہوں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نماز کی مثال ایسی ہے جیسی کہ گھڑی کی کہ اس کو کوکنے کی ضرورت تو ہوتی ہے مگر جب ایک مرتبہ کوک دی تو پورے چوبیس گھنٹے پر بند ہوگی، اس طرح ہماری نماز ہے کہ شروع کردی تو مشین کی طرح تمام ارکان ادا ہو رہے ہیں، السلام علیکم ہی پر جاکر ختم ہوتی ہے۔ خصوصاً تراویح کا تو بہت ہی ناس کرتے ہیں حالانکہ نماز کی ہیئت اور اس کے تمام احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور قلب کی بہت ہی رعایت رکھی گئی ہے۔ چنانچہ ہر چار رکعت پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنے کا قاعدہ ہے وہ اسی لیے ہے کہ جو تکان ہوگئی ہے اس سے سکون ہو جائے اور نشاط عود کر آئے تاکہ آئندہ چار رکعت اطمینان سے ادا ہوں۔ اب بعض حفاظ تو بالکل بیٹھتے ہی نہیں اور جو بیٹھتے ہیں وہ پالا سا چھوڑ دیتے ہیں آجکل لوگ دو طرح سے ظلم کرتے ہیں، بعض تو یہ کرتے ہیں کہ تین تین چار چار پارے پڑھتے ہیں، اور بعضے تو پڑھتے ہیں سوا ہی۔ مگر بہت آہستہ رفتار سے پڑھتے ہیں۔ رمضان میں ان حفاظ کی عملداری ہوتی ہے جس طرح چاہتے ہیں یہ بیچارے مقتدیوں کو دق کرتے ہیں توسط کی رعایت ہر حال میں ہونی چاہیے نہ اتنی طویل ہو کہ گرانی ہونے لگے، نہ اس قدر تعجیل ہو کہ قرآن اور نماز کے حقوق بھی فوت ہو جائیں۔

صدقِ احساس کی دولت..

صدقِ احساس کی دولت مرے مولیٰ دیدے
غمِ امروز بھلا دے، غمِ فردا دے دے
دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی
دلِ دیوانہ و سودائی و شیدا دے دے
اپنے میخانے اور دستِ کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر و مینا دیدے
کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در
دلِ دانا، دلِ بینا، دلِ شنوا دیدے
قول میں رنگِ عمل بھر کے بنا دے رنگیں
لبِ خاموش بنا کر دلِ گویا دے دے
دلِ بے تاب ملے دیدۂ پر آب ملے
تپ آتش مجھے دیدے، نم دریا دیدے
درد دل سینہ میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھیرے مجھے وہ درد خدایا دے دے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

رمضان کے مسائل

س:۔ آج کل تراویح کی نماز ایک ہی رات میں ادا کی جاتی ہے، جسے شبینہ کہتے ہیں اس میں کچھ لوگ کھڑے ہو کر امام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں تو کچھ لوگ بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں تو کچھ لوگ کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں کیا شبینہ کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے۔

ج:۔ شبینہ کا مروجہ طریقہ کراہت سے خالی نہیں ہے کچھ لوگ تو جماعت میں شریک ہیں اور کچھ کھانے پینے میں لگے ہیں اس طرح جماعت اور تراویح دونوں کے احترام کے خلاف عمل ہوتا ہے، البتہ اگر سارے مقتدی چست اور صحتمند ہوں اور جماعت کے ساتھ نشاط کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں اور حافظ بھی صاف اور واضح الفاظ میں قرآن پڑھے تو ایسی صورت میں شبینہ درست ہوسکتا ہے۔

س:۔ آج کل رمضان میں لوگ رواداری کے طور پر ہندوؤں اور لادین افراد و سیاسی لیڈروں کو افطار کے موقع پر بلاتے ہیں اور اس موقع پر علماء اور دیندار طبقہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور نماز چھوڑ کر وہ لوگ ماڈرن طرز پر کھڑے ہو کر افطار کرتے ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

ج:۔ اس طرح کی افطار پارٹی جن سے سیاسی و دنیوی اغراض وابستہ ہوں اور اس کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ مقصود شہرت و ناموری ہو ساتھ ہی اس میں روزہ کا احترام بھی نہ کیا جائے اور کھانے کے اسلامی آداب کو بھی ملحوظ نہ رکھا جائے اور پھر نماز کا چھوڑنا اس پر مستزاد، تو ایسی پارٹیوں کا انعقاد شرعاً درست نہیں ہے رواداری کے لیے مذہب کی روح اور اس کے احترام کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ کا کام ہے اس سے مکمل احتراز لازم ہے۔

س:۔ میری طبیعت خراب رہتی ہے اور عمر بھی تقریباً ۷۰ سال سے اوپر ہو چکی ہے، نیز آپریشن ہونے کی وجہ سے میں اس بار رمضان میں صرف تین روزے ہی رکھ سکا اور بقیہ روزوں کا فدیہ ادا کیا ہے، ابھی کمزوری برقرار ہے، کیا قضاء روزے رکھنا ہے یا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں چونکہ سائل کافی عمر دراز ہیں اس لیے اگر ضعف و ضعیفی کی وجہ سے قضاء پر قادر نہیں ہیں تو ان کا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا،

• وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی المریض اذا تحقق الیاس من الصحة فعلیه الفدیه لکل یوم من المریض۔ (رد المحتار ۲/۴۲۷)

س:۔ بعض لوگ رات میں دیر سے کھانا کھاتے ہیں اور سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے ہیں یوں ہی روزہ رکھ لیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

ج:۔ روزہ کے لیے سحری کھانا مستحب ہے، بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا جائز ہے البتہ استحباب کے خلاف ہے۔

س:۔ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، قضاء لازم ہوگی یا کفارہ؟

ج:۔ انجکشن لگوانے سے چونکہ دوا کا جوف و دماغ، معدہ میں نہیں پہونچتی ہے اس لیے روزہ نہیں ٹوٹتا لہٰذا نہ قضاء لازم ہے نہ کفارہ۔

س:۔ داڑھی منڈوانے والے کی شہادت رویت ہلال میں جبکہ عرفاً وہ ثقہ ہو معتبر ہے یا نہیں؟

ج:۔ داڑھی منڈوانے والا اگرچہ عرفاً ثقہ اور قابل اعتماد ہو مگر اس کی گواہی شرعاً غیر مقبول ہے، لہٰذا رویت ہلال میں اس کی شہادت غیر مقبول ہوگی۔

س:۔ آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

ج:۔ آنکھ میں سرمہ ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا آنکھ میں ڈالی ہوئی دوا اور سرمہ کا رنگ و مزا کبھی حلق اور تھوک میں جو محسوس ہوتا ہے تو وہ مسامات میں ہو کر پہنچتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

س:۔ کیا روزہ دار کسی چیز کا مزہ چکھ سکتا ہے یا اس کو چبا سکتا ہے؟

ج:۔ کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کے لیے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بدمزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نمک درست نہیں ہوگا تو وہ خفا ہوگا۔ تو چکھنا درست ہے۔ اسی طرح کوئی چھوٹا بچہ ہو اور کوئی چیز اس کو کھلانا ہو اور اس کا بدل نہ ہو تو ایسی صورت میں چبا کر بچے کو دینے کی اجازت ہے بشرطیکہ حلق کے نیچے اس کا اثر نہ جائے۔

س ۱۰۔ بھول کر کھا پی لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں دوسرے لوگوں کو یاد دلانا چاہیے یا نہیں؟

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

مدرسہ اسلامیہ مہیپت مئو (شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء) میں تقریری و تحریری مقابلے

مدرسہ اسلامیہ مہیپت مئو شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء میں سالانہ تعلیمی انعامی مقابلہ ۲۴ تا ۲۶ رجمادی الآخر منعقد ہوا۔ اعلان سنتے ہی طلباء میں خوشی اور جذبہ کی لہر دوڑ گئی طلباء نے مجوزہ عناوین پر تیاریاں شروع کردیں، معتمد حضرات کے پاس سامعین کے ناموں کے لکھے جانے کی جلد تاریخ کا بھی اعلان کردیا گیا۔ الحمدللہ طلباء نے پورے جوش وخروش کے ساتھ مختلف پروگراموں کے لیے اپنے نام لکھوانا شروع کیے ناموں کی فہرست دیکھکر فکر اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس قلیل مدت میں یہ سارے پروگرام کیوں کر ہوسکیں گے آخر کار طلباء کے جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے تین دن میں پروگراموں کی نشستوں میں اضافہ کرکے سارے خواہشمند طلباء کو شرکت کا موقع دیدیا گیا، امسال پروگرام شروع ہونے کے دو تین روز قبل دار العلوم اور معہد دار العلوم کے اساتذہ کرام کو صدر اور حکم کے دعوت نامے پیش کردیئے گئے جن کو بفضلہ تعالیٰ اکثر حضرات نے قبول فرمالیا اور مقررہ اوقات پر تشریف لاکر طلباء اور اساتذہ کی حوصلہ افزائی فرمائی ہم ان سب حضرات کے مشکور ہیں یہ جلسے شرکاء کی کثرت کی وجہ سے آخری دن ۲ بجے رات تک جاری رہے۔

بتاریخ ۲۹ رجمادی الثانی بروز دوشنبہ مدرسہ اسلامیہ مہیپت مئو شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء میں انجمن الاصلاح کی جانب سے طلباء کے تقریری و تحریری مظاہرے کے بعد ایک جلسہ تقسیم انعامات کے لیے بعد نماز مغرب منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم، مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب، مولانا سید واضح رشید صاحب ایڈیٹر الرائد، مولانا شمس الحق صاحب ندوی ناظم مدرسہ ہذا اور ماسٹر اطہر صاحب استاذ انگریزی دار العلوم ندوۃ العلماء نے شرکت کی۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر مہمانان گرامی نے شرکت فرماکر طلبہ کی ہمت افزائی فرمائی، خصوصی مہمانوں میں بھوپال کے مہمان مشتاق علی ندوی اور یا برحسین ندوی شریک تھے جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد شکیل احمد (عالیہ اولیٰ) نے مولانا محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف حمد

الٰہی لا تعذ بنی فرانی
مُقِرٌّ بالذی قد کان منّی

پڑھی۔ جلسہ کی خاص بات طلبہ مدرسہ اسلامیہ کا جوش وخروش تعمیری وترقی میدان میں کامیابی کی تڑپ اور لگن تھی جس کا اظہار فرسٹ (اول) آنے والے طلباء نے تمام شرکاء مجلس کی موجودگی میں اپنے اپنے عنوان کے تحت کیا، بزم خطابت علیا میں پہلا انعام حاصل کرنے والے طالب علم محمد رضوان (عالیہ اولیٰ) نے نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز کے عنوان پر تقریر پیش کی، جن کی تقریر میں نگہ بلند اور سخن دلنوازی، جاں پرسوزی، کا پورا پورا عکس موجود تھا

(عربی تقریر)

النادی العربی میں پہلا انعام حاصل کرنے والے طالب علم محمد ظفیر الدین (ثانویہ خامسہ) نے عربی لب ولہجہ میں الحاجۃ الی وحدۃ الامۃ المسلمۃ کے موضوع پر تقریر کی۔ اسی طرح انگریزی اور ہندی میں ترتیب وار۔ محمد فخر الدین (ثانویہ خامسہ) محمد ارمان (ثانویہ خامسہ) نے اپنی اپنی تقریریں پیش کیں،

اس کے بعد صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مہتمم دار العلوم نے طلباء کو گرانقدر نصیحتوں سے نوازا، مولانا کی دانشورانہ اور دوراندیشانہ باتیں شرکاء مجلس کیلئے نقوش راہ کی حیثیت رکھتی ہیں، مولانا نے اختصار بیان طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ انسان کو ہمیشہ یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہماری ذات سے دوسروں کو فائدہ پہونچے، خواہ دوسرا نفع بخش اور مفید کام کرے یا نہ کرے کیونکہ دوسروں کی نظیر کام کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں پیش کرنا انسانی معاشرے کے ڈھانچے کو زبردست نقصان پہونچاتی ہے اور اس نظیر سے انسانی معاشرہ ترقی کے بجائے تنزلی اور تعمیر کے بجائے تخریب کی راہ پر گامزن ہوجاتا ہے، آخر میں مولانا نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے تمام حصہ لینے والے طلباء کی عموماً اور انعام حاصل کرنے والے طلباء کی خصوصاً تعریف کی اور حوصلہ افزائی کے کلمات عالیہ سے نوازا، جس کا سلسلہ ساڑھے سات بجے رات تک چلا

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

مطالعے کی میز پر

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: تذکرۂ اکابر
مرتب: مولانا نظام الدین صاحب قاسمی
سائز: $\frac{22 \times 18}{8}$
صفحات: ۲۴۸
کتابت، طباعت اور کاغذ: مناسب
قیمت: چالیس روپیہ
ملنے کے پتے: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ضلع دھولیہ (مہاراشٹرا) ۴۲۵۴۱۵
مولانا نظام الدین خاں قاسمی، قاسمی محلہ، راجوپٹی سیتامڑھی (بہار) ۸۴۳۳۰۱

بزرگوں کے حالات معلوم کرنے اور پڑھنے کو کس کا جی نہیں چاہتا ہے مگر ایک مشغول آدمی خاص طور سے تدریس وتصنیف میں مشغول آدمی بزرگوں پر لکھی گئی ضخیم کتابیں نہ پڑھ پاکر افسوس کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا نظام الدین صاحب کو کہ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر بہتوں کی مشکل حل کردی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دور حاضر تک ستر بڑوں کے تذکرے اس طرح جمع کردیئے ہیں کہ ہر تذکرہ پڑھنے میں پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے اور ساری ضروری باتیں معلوم ہوجائیں اور بڑی اہم بات یہ ہے کہ کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو تذکرے کے آخر میں ماخذ بھی درج ہیں، اسلوب اور زبان کے اعتبار سے بھی کتاب اچھوتی ہے۔ زندہ لوگوں میں درج ذیل حضرات کے تذکرے ہیں:۔

مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا عبد الحلیم جونپوری، مولانا رضا اجمیری، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا قاضی اطہر مبارکپوری، مولانا انعام الحسن کاندھلوی، مولانا ابرار الحق ہردوئی، مولانا قاری صدیق احمد باندوی، مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی، مولانا سید اسعد مدنی، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا شیخ محمد یونس جونپوری، مولانا غلام محمد وستانوی اللہ ان سب کی عمریں دراز فرمائے اور امت کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بزرگوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب بہت ہی ضروری ہے اور چاہئے کہ ہر لائبریری میں یہ کتاب موجود ہو۔

کتاب کا نام "تذکرۂ اکابر" کے بجائے "تذکرۂ اکابر ہند" ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔

"حمزہ کانڈ" ۴۴ صفحات پر مشتمل ایک منظوم کتابچہ ہے جسے منجھے ہوئے شاعر مائل خیرآبادی نے پوربی زبان میں تصنیف فرمایا ہے، یہ مسلم نوجوانوں کے لئے "آلہا جیسے جوشیلے رجزیہ کلام کا نعم البدل ہے موجودہ تہذیب کے نوجوانوں خاص کر دیہات کے نوجوانوں کے لئے خاصے کی چیز ہے جب کہ اردو زبان کی ناز برداری کرنے والوں کے ذہنوں پر قدرے بار ہے۔

۱۱۹ر اشعار پر مشتمل پوری نظم میں دو اہم واقعات دکھائے گئے ہیں، غزوۂ بدر میں حضرت حمزہ رضؓ کے ہاتھوں عتبہ کا مارا جانا اور حضرت حمزہ رضؓ کا اسلام لانا، ترتیب یہی رکھی گئی ہے جب کہ حضرت حمزہ کے اسلام لانے کا بیان پہلے لانا چاہئے، اگلے اڈیشن میں اگر یہ ترتیب بدل دی جائے تو بہتر ہو، دو جگہوں پر کچھ سکتہ سا لگ رہا ہے۔ ص ۱۱ آخری شعر ہے

اُہی کے آگے جگت چمپین گھٹنے ٹیکے سیس نوائے
گھگیا گھگیا کے کرے کھاسد کھیسیں کاڑھ کاڑھ رہ جائے

دوسرے مصرعہ میں "کے" زائد لگ رہا ہے، جگت چمپین موزوں تو ہے لیکن اگر ورڈ چمپین موزوں کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ جگت کے ساتھ تو سورما لانا بہتر ہوگا۔ اس لئے میرے نزدیک شعر یوں ہو تو زیادہ بہتر ہوے

اُہی کے آگے جگت سورما گھٹنے ٹیکے سیس نوائے
گھگیا گھگیا کرے کھاسد کھیسیں کاڑھ کاڑھ رہ جائے

ص ۲۴ پر تیسرے شعر کا دوسرا مصرعہ یوں ہے کہ

کھس کھس چلو بھروٹماں تمرا کُہو کچھ کرپے ہے نائے

اس کو یوں کر دینا بہتر ہوگا۔

اچاب کھس ہوئی جاؤ و پیارے گم دیو اپنا دور بھگائے
کھس کھس چلو بھرو مکاماں کُو ہُو کچھ کرپے ہے نائے

کتاب کی قیمت چار روپیہ ہے ملنے کا پتہ مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر۔ دہلی ۱۱۰۰۰۶

نام کتاب: "نظامت اور خطابت۔ سیکھئے"۔
از:۔ شفیق احمد قاسمی۔
سائز: $\frac{22 \times 18}{8}$ صفحات ۲۱۶، طباعت وکاغذ مناسب۔ قیمت چالیس روپئے، ملنے کا پتہ: پیغام بک ڈپو، اردو بازار۔ جلال پور ضلع فیض آباد۔

کوئی بھی انسان تہذیب وثقافت، تحریر

(باقی ص ۳۱ پر)

(بقیہ)
رمضان کے مسائل

کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت میں غروب کے بعد دس بارہ منٹ کی تاخیر کر دی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا کافی ہے "اللّٰھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت" اور افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے "ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ تعالیٰ"۔

تراویح اور وتر

عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح بجماعت مسنون ہے، اگر حافظ بلا معاوضہ پڑھنے والا مل جائے تو تمام رمضان میں ایک قرآن مجید ختم کر دینا چاہئے، اس قدر زیادہ پڑھنا مکروہ ہے جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا اچھا نہیں، اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور پوری چار رکعت پہ سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو کی جگہ شمار کرنا چاہئے چار نہ سمجھے، جس شخص کی دو یا چار رکعت تراویح کی رہ گئیں وہ امام کے ہمراہ جماعت وتر پڑھ لے اور پھر اپنی باقی تراویح ادا کرے تو درست ہے، جس شخص کو عشاء کے فرض با جماعت نہیں ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے، جو حافظ نوکری کی طمع میں قرآن شریف سناتا ہے اس سے بہتر وہ ہے جو "الم تر کیف" سے پڑھ جائے، اگر اجرت مقرر کر کے قرآن مجید سنایا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو، اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے، نابالغ کو تراویح میں بھی امام بنانا جائز نہیں، حدیث و فقہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

الوداعیہ

درِ رخصت

ندوۃ العلماء کی اس روایت کے مطابق کہ فارغ ہونے والے طلبہ کی، وہ طلبہ جو اگلے سال فارغ ہوں گے الوداعی دعوت کرتے ہیں اور پھر ایک الوداعیہ جلسہ بھی منعقد ہوتا ہے جو عموماً ناظم صاحب ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی صدارت میں ہوتا ہے اس موقع پر رخصت ہونے والے طلبہ اپنے تأثرات پیش کرتے ہیں اپنے ادارہ و اساتذہ کرام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور رخصت کرنے والے طلبہ اپنے تأثرات اظہار محبت و تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ کی زریں نصیحتوں اور وصیتوں پر جلسہ کا اختتام ہوتا ہے، یہ نصائح انشاء اللہ ہم اگلے شمارہ میں پیش کریں گے، اس وقت ہم رخصت ہونے والے اور رخصت کرنے والے طلبہ کے منظوم تأثرات ہی کو پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں ——— (ادارہ)

الوداع اے مادرِ علمی بہشتِ علم و فن
الوداع اے گلستانِ لالہ نسرین نسترن

جارہا ہوں چھوڑ کر امروز تیرا باغ و بن — تا ابد رکھے خدا شاداب تیرا بانکپن
خطۂ ارضی بنا ہے ریگزار و شعلہ زن — کوئے مسلم جل رہا ہے خشک ہے گنگ و جمن
جائیں گے لے کر ترا پیغام نکہت ہر چمن
اور پھر پھیلائیں گے دنیا میں اس کی ہر کرن

اے گلستانِ مزیّن کے امیرِ کارواں — آپ کے اخلاص نے ندوے کو دی رعنائیاں
کل تلک جس انجمن سے تھے ہزاروں بدگماں — آج اسی گلشن کے ہیں توصیف میں رطب اللساں
بج رہی ہیں عالمِ اسلام میں شہنائیاں
ندوہ، ندوہ کی صدائے گونجتا ہے آسماں

ہم اسی گلزار کے ہیں ذرۂ اک ناتواں — جارہے ہیں رزم میں لے کر نیا عزم جواں
ہے دعا اللہ رکھے ہمیشہ کامراں — تاکہ مخلوقِ خدا ہو نیک نام و شادماں
جاتے جاتے شیشۂ دل چور ہے اے مہرباں
التجا ہے بس دعا کی اے امیرِ کارواں

یادِ یارانِ چمن جس دم ہمیں تڑپائے گی — لعبتِ ورد آشنا کی زباں تعبیر بھی یاد آئے گی
مکتبۂ شبلی کی میز و مسند کی ترسائے گی — گو دیری اعداد افسانہ ترا دہرائے گی
عمر فرو یہ کہ عمر بھی اس دم بہت شرمائے گی
غیرت و بے چارگی پھر ہوش کو گرمائے گی

اشک آنکھوں سے بہانا زخم کی ہے واپسیں — مرد میداں کے لبوں پر رہتی ہے ہر دم ہنسی
جانے والے بھائیو! آنسو رہے بس عارضی — سنگ ہے وہ دل، نہ ہو جس میں نمی، امید کی
یاد ہر لمحہ رہے جو شان ہے تابندگی
مادرِ علمی کی پنہاں ہے اسی میں ہر خوشی

الوداع کہتے ہیں تجھ کو مادرِ علمی سبھی — یعنی عکسِ تابانیہ سے غنچہ، گل، لالہ، کلی
خوں فشاں آنکھیں ہیں سب کی چھائی ہے افسردگی — شاد باد و بامراد اے مادرِ علمی مری

ختم کر اب اے خرفِ تحریر دل تو اپنی نغمگی
اس دعا کے ساتھ ہم سے ہو جہاں میں روشنی

(مشرف فردوسی محمد ندوی)

رخصت ہونے والے طلبہ کے تأثرات

۱/ازطلبہ علیا عالیہ ثانیہ شریعہ وادب
بجانب طلبہ علیا عالیہ اولیٰ شریعہ وادب

الوداع ہمدم ہمارے ہم کلام و ہم زباں — الوداع اے زینتِ گلشن بہارِ بوستاں
الوداع اے فاضلِ ندوہ، لئے صد خوبیاں — خوش طبیعت اور خوش گفتار و خوش دل خوش بیاں
اس جدائی سے ہوا جاتا ہے ہر دل بے قرار
تیرے جانے سے نہ لٹ جائے چمن کی یہ بہار

الوداع ہم آج کہتے ہیں تمہارے مہرباں — کاش نظروں میں نہ ہوتا یہ جدائی کا سماں
تجھ کو کھو کر پائیں ہم ممکن ہے اب یہ پھر کہاں — نت نئی کروٹ بدلتا ہے یہ ظالم آسماں
کیوں نہ رو دیں اہلِ گلشن جارہا ہے جانِ جاں
اب بتائیں گے کسے حالاتِ دل کا رازداں

تم جو آئے تھے تو کیا تھے ایک ننھی سی کرن — چھوڑ کر اپنا وطن گھر اپنا اپنی انجمن
کوششِ استادگاں اور التفاتِ بوالحسن — یہ وہ صیقل تھا بنایا جس نے صاحبِ فکر و فن
روشنیٔ علم سے دامن کو ایسا بھر دیا
ایک نازک سی کرن کو ماہِ کامل کر دیا

گلستانِ ندوہ کے اے خوب سیرت بلبلو! — آج کیوں خاموش ہو کچھ تو کہو، شورش کرو!
اشکہائے غم سے یوں دامن ہمارے مت بھرو — چشمِ نم سے یہ کہو فرقت ہیں اب اتنا نہ رو
بیت بازی خوش بیانی محفلِ شعر و سخن
یاد آئے گی تمہارے ساتھ کی ہر انجمن

جاتے جاتے کر لو ندوہ کی بہاروں کو سلام — ہر طرف ہر گنبد اور مرغزاروں کو سلام
مسجدِ ذی شان اور اس کے مناروں کو سلام — خامشی پُر مسلط بے نظاروں کو سلام
تک رہی ہے یاس و حسرت سے ہر اک شئی آس پاس
گومتی کے اس پار موجِ آب جو بھی ہے اداس

جارہے ہو تم اس طرح ہم کو چھوڑ کر — آج کے بچھڑے نہ جانے کب ملیں کس موڑ پر
انقلابِ زندگی سے ہے ملا کس کو مفر — کل جو ہوگا ماسوا اللہ کس کو ہے خبر
جاتے جاتے رشتہ گرہ میں باندھ رکھنا بات کو
گرگ مکاری سے حملہ کرتے ہیں بس رات کو

علیائے اولیٰ کے سبھی طلبا کی ہے بس یہ دعا — ہر طرح ہر حال میں خوش حال ہی رکھے خدا
علم دیں کی روشنی پھیلائیں ہر جانب سدا — تیرے دم سے ہو ہمیشہ قوم و ملت کا بھلا!
کام ایسا ہو، ہے ہندوستاں جنت نشاں
بن کے رہبر، بن کے قائد، بن کے میرِ کارواں

آگ نخوت کی جلا دیتی ہے خرمنِ علم و فن — دور رہنا اس سے یہ ہے دشمنِ ہر جان و تن
تم شمیمِ گل ہو، پھیلو اور مہکاؤ چمن — نقشِ پائے مصطفیٰ اپنی سجا لو انجمن
ہے دعا مسند زگی تم مشغول رہو سب کے خلیل
ہو محافظ ہر جگہ ہر حال میں رب جلیل

پیش کردہ: محمد مسند گجراتی ندوی

نتیجۂ فکر
خلیل احمد پرتاب گڑھی

(بقیہ) اسلام میں معاشی جد و جہد

جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے اور ایک بچھاتے ہیں، ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ، وہ لے آئے، آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان کو کون خریدتا ہے، ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خریدتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کوئی شخص اس سے زیادہ دیتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں دو درہم میں لیتا ہوں، آپ نے دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور دو درہم لے کر انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک درہم کا کھانے پینے کا سامان خرید کر اپنے گھر بھیج دو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ، وہ شخص کلہاڑی خرید کر لے آیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں بینٹ لگا کر انصاری کو دیا کہ جاؤ اس سے لکڑی کاٹ کر فروخت کرو، میں پندرہ دن تک تم کو نہ دیکھوں، اس ارشاد پر انھوں نے پورا عمل کیا، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے، تو ان کے پاس دس درہم تھے، اس سے انھوں نے کپڑا اور کھانے پینے کا سامان خریدا، آپ نے فرمایا یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ بھیک مانگنے سے قیامت میں تمہارا چہرہ داغدار ہو جائے، مانگنا صرف ایسے آدمی کے لئے جائز ہے، جو انتہائی افلاس میں مبتلا ہو، یا جس پر بڑا تاوان عائد ہو گیا ہو یا خونبہا۔[5]

(ماخوذ از:- دینِ رحمت)

[1] جامع صغیر جلد اول [2] ابن ماجہ باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ۔ [3] ایضاً [4] جامع صغیر [5] بخاری

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

بقیہ:۔ حکمتِ الٰہی اور سترِ خدائی

بلکہ وہ باریکیاں معاصرین کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوتیں، اور یہ صرف حدیث شریف کا کارنامہ ہے، جس نے آپؐ کی حیات مبارکہ کی ایک ایک چیز ہمارے سامنے رکھ دی۔

قدیم امتوں اور جاہلین مذاہب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے انبیا کی تصویر بنا لیا کرتے تھے اور ان کا مجسمہ تراش لیتے تھے اور موجودہ نسلوں کے سامنے پیش کرتے اور ان کی یاد تازہ کرتے یہیں سے بت پرستی کا آغاز ہوا جس سے سب واقف ہیں اور وہ آفتیں نازل ہوئیں جن سے ہر امت دوچار ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت اور اس انسانیت پر بڑا فضل فرمایا کہ اس کے لئے انبیا کی تصویر گری اور بت تراشی کو حرام کر دیا۔ اور اس کے بدلے میں حدیث نبوی کا وہ تحفہ عطا فرمایا جو بولتی چالتی تصویروں کا حسین مرقع ہے۔ جس سے آدمی اپنے نبی کو پہچان سکتا ہے اور آپ کی صحبت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ گویا کہ وہ مجلس میں حاضر ہو گیا اور آپ کی بات سن لی۔ ایک زمانہ آپ کے ساتھ گذار لیا۔ آپ کے افعال کا مشاہدہ اور آپ کی سیرت کا مطالعہ کر لیا، تو خدا محفوظ رکھے اس قیمتی اور عظیم نعمت کا ضائع ہو جانا ایک ایسا حادثہ ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور ایسا خسارہ ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔

حدیث مسلمانوں کی مستند زندگی کے معیار و میزان کی حیثیت سے

حدیث نبوی ایک ایسی صحیح میزان ہے جس میں ہر دور کے مصلحین و مجددین اس امت کے اعمال و عقائد، رجحانات و خیالات کو تول سکتے ہیں اور امت کے طویل تاریخی و عالمی سفر، پیش آنے والے تغیرات اور انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ قرآن و حدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے، اگر حدیث نبوی کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل، کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے اور وہ حکیمانہ نبویؐ تعلیمات نہ ہوتیں اور یہ احکام نہ ہوتے جن کی پابندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ سے کرائی تو یہ امت افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ جاتی، اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا اور وہ عملی مثال موجود نہ رہتی، جس کی اقتدا کرنے کی خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" [1]

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اسوہ حسنہ ہے)

اور یہ فرما کر آپ کے اتباع کی دعوت دی ہے

"قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ" [2]

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا)۔

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے اور جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتا ہے اور یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ ایک امر واقعہ ہے۔

حدیث احتساب امت کا ایک طاقتور ذریعہ اور مصلحین و مجددین امت کی ایک تربیت گاہ

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح و تجدید کے کام، فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آرا اور برسر جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے۔ اور اس کے اثر سے ہر دور اور ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے، جنھوں نے اصلاح و تجدید کا جھنڈا بلند کیا، کفن بردوش ہو کر میدان میں آئے اور بدعتوں اور خرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی، اور دین خالص اور صحیح اسلام کی دعوت دی، اسی لئے حدیث نبویؐ امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت، ترتیب و تدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی و ذہنی، علمی و اخلاقی دوام و تسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ (جاری)

---

[1] الاحزاب۔ ۲۱۔ [2] سورہ آل عمران۔ ۳۱۔

(بقیہ) سوال وجواب

ج:۔ کسی شخص کو روزہ کا خیال نہ رہا اس بنا پر اس نے کچھ کھا پی لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ خواہ فرض روزہ ہو یا نفل ایسی صورت میں اگر اس میں روزہ رکھنے کی بھرپور قوت ہو تو دیکھنے والوں کو یاد دلانا واجب ہے اور اگر اس میں قوت نہ ہو تو یاد دلانا ضروری نہیں ہے۔

س:۔ کیا سر میں تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:۔ سر میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

س:۔ کیا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:۔ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

دار العلوم ندوۃ العلماء

خدمات و ضروریات

اس وقت پورا عالم مصائب و آفات سے دوچار ہے اور دنیا کے کسی گوشہ میں چین و سکون نہیں نظر آرہا ہے قتل و غارتگری لوٹ مار اور دوسروں کی حق تلفی عام ہو گئی ہے خود مسلمان جو امت دعوت تھے، ان کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں ان حالات کی جو بھی توجیہ کی جائے بہرحال حقیقت یہی ہے کہ یہ دین سے دوری اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو دینی ماحول بنانے کی کوشش کریں نیز اپنے علاقوں میں دینی مکاتب و مدارس قائم کرکے علم دین کو عام کرنے کی فکر کریں کہ تمام برائیوں کی جڑ دین سے ناواقفیت اور بے خبری ہے مدارس و مکاتب کے سلسلہ میں ہر شخص جو کوشش کر سکتا ہو کرے یہ اس کی دینی ذمہ داری ہے کیونکہ مدارس ہی وہ سرچشمہ ہیں جہاں سے ہدایت کی روشنی پھیلتی اور انسانیت کی کھیتی ہری ہوتی ہے یہیں سے وہ افراد نکلتے ہیں جو زندگی کے ہنگاموں میں دین و ایمان کی شمع روشن کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں لہٰذا مدارس کی بقاء و تحفظ اور انکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ہر مسلمان کو فکرمند ہونا چاہئے یہ اجر عظیم اور صدقہ جاریہ کا باعث ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور دینی مسائل کے سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ایک سو سال ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک مدت سے اسکو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی توجہ اور سرپرستی بھی حاصل ہے۔ جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا۔ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کیلئے اس کے طلباء و اساتذہ اور کارکنان حتی الوسع کوشاں ہیں۔ دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے طلبا بھی زیر تعلیم ہیں اور ان کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے اور ممالک سے داخلہ کی درخواستیں برابر آتی رہتی ہیں جس کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے ادھر دار العلوم کے اندر بھی دار الاقامہ کی تنگی کے سبب ۳۶ کمروں اور تین ہالوں پر مشتمل ایک نئے دار الاقامہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا جس میں تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے، ایک کمرہ کا تخمینہ ۵۰ ہزار ہے۔

مدرسہ اسلامیہ مہپت مئو شاخ ندوۃ العلماء

چند سال قبل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لکھنؤ سے ۱۱ کلو میٹر کے فاصلے پر موضع مہپت مئو میں ایک وسیع اراضی مع ایک قدیم و خستہ مسجد کے حاصل ہو گئی تھی جس میں فوری طور پر ایک مدرسہ کا اجرا کر دیا گیا تھا اب بفضلہ تعالیٰ تقریباً سات سال سے وہاں علاوہ مکتب اور بچیوں کے الگ مدرسہ کے شعبۂ حفظ اور پنجم عربی تک کی تعلیم ہو رہی ہے کئی سال تک یہ پورا نظام مسجد کے تنگ و خستہ حجروں میں انجام پا رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، اللہ کے مخلص و صاحب خیر اور باتوفیق بندوں کے تعاون سے خستہ مسجد ایک خوبصورت اور وسیع مسجد میں تبدیل ہو گئی اور خستہ حجروں کی جگہ درسگاہ اور دار الاقامہ کیلئے مع چار وسیع ہالوں کے ایک دو منزلہ عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے اس عمارت سے متصل مطبخ اور دار الطعام (ڈائننگ ہال) بھی تیار ہو گیا ہے۔ ان عمارتوں کی تکمیل میں اب تک تقریباً ۶۰ ساٹھ لاکھ سے زائد خرچ ہو چکے ہیں۔ تعداد اسٹاف مع ادنیٰ ملازمین ۲۹، تعداد طلباء و طالبات ۲۸۲ ہے فی الحال فوری طور پر مدرسۃ البنات کی درسگاہ اور اساتذہ کے رہائشی مکانات کی تعمیر بہت ضروری ہے۔

امید ہے کہ جن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ تعمیری کاموں میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کی خاطر کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے کہ یہ جو کچھ خرچ ہوگا اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کے نام پر خرچ ہوگا جس کا اجر بے حد و بے حساب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو کچھ ہم نے انکو عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں (البقرہ)

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے، چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ
NADWATUL ULAMA LUCKNOW.

(مولانا) معین اللہ ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
(مولانا) محمد رابع ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

حکیمِ مطلق

وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وانبتت من کل زوج بھیج ط

اور تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے۔

(اے مخاطب!) پہلے استدلال کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان کی خلقت پر غور کرو۔ تدریج و آہستگی کے ساتھ اس کو کتنی منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور ہر ہر منزل حکیمانہ نظم و انتظام کے ساتھ گذاری جاتی ہے پھر عمر کے لحاظ سے بھی ایک خاص ترتیب نظر آتی ہے۔ مصالح تکوینی کے ماتحت کسی کو نوعمری میں مار دیا جاتا ہے۔ کسی کو اچھے سن و سال تک پہونچا دیا جاتا ہے۔ اور کسی کو اتنی عمر تک کہ قوت ضعف میں اور اختیار واقتدار انحطاط و بے کسی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ آدمی انکی تفصیلات پر جتنا زیادہ غور کرتا جائے گا یہ حقیقت اور زیادہ روشن ہوتی جائے گی کہ یہ نظام کائنات بخت و اتفاق کے ماتحت نہیں چل رہا ہے، بلکہ اس پر کوئی عاقل ترین، قادر ترین، کامل ترین ہستی ہی حکمراں ہے۔ آیت میں صنعت و حکمت الٰہی پر دوسرا استدلال نظام فضائی و کائنات قہری سے پیش ہو رہا ہے زمین کا ایک حالت میں ہونا، موسم میں ایک متعین کیفیت کا پیدا ہو جانا، آفتاب میں ایک خاص درجہ کی گرمی، سمندر کا اس سے ایک خاص درجہ پر تاثر و بخارات کا صعود، ہوا میں ایک خاص قسم کی حرکت اور ایک خاص درجہ کی برودت، پانی کا ایک معین مقدار میں اور ایک خاص صورت میں یعنی قطرہ قطرہ ہو کر نزول، زمین میں بارش کا جذب ہونا نباتات کا اس سے اپنی غذا کا کام لینا، ان میں نشوونما کا ہونا وغیرہا علوم طبعی، کیمیاوی، ارضیاتی کے صدہا مسائل کو عملاً اس نظم و تدبیر کے ساتھ حل کرتے رہنا۔ کام یقیناً حکیمِ مطلق ہی کا ہو سکتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ (تفسیر ماجدی)

فی شمارہ ۵ روپے

سالانہ سو روپے

ار فروری ۱۹۹۵ء

Princip : 72336
Guest House : 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط وکتابت کا پتہ

فون:- 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۷۹۱۰ — 267910

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر کیپ سول پر (LT) مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا

پتہ دیکھ کر خریدیں

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

چشمہ گھر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrecto Meter AR-860

چشمہ سے متعلق تمام چیزیں دستیاب ہیں

ایک بار خدمت کا موقع دیں

اے۔ رحمٰن (علیگ)

چشمہ گھر، محلہ مہاجنی ٹولہ پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ-۲۷۶۳۰۵ فون:- 76482